معارف اقبال

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LAHORE

Book No. ۸ا۱۰۶۶ خ

Auth. No. طار–م

Acc. No ۱۷۵

3/-/-

182

Relig.

13 AUG 1971

LIBRARY
IQBAL ACADEMY, KARACHI.
[redacted]
Book No. ...
175

891.662

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام
شرحِ رمزِ صبغۃ اللہ گفتہ ام
اقبالؔ

معارفِ اقبالؒ

جس میں قرآنِ مجید، حدیثِ نبویؐ، تاریخِ اسلام اور مسائلِ حکمت و تصوف سے متعلق علامہ اقبالؔ کے تمام اشعار کی مکمل تشریح و توضیح کی گئی ہے!

مؤلفہ و مرتبہ

عبدالرحمٰن طارق بی۔اے

ناشر:۔ اشاعت منزل بل روڈ۔لاہور

اشاعت اوّل ۲۰۰۰ جلد

قیمت مجلّد ۳ روپے

اردو بک سٹال
لوہاری دروازہ لاہور

جہاں کا سِرّ نہاں لَا اِلٰہَ اِلّاہُو

زمیں سے تا بہ ثریّا تمام لات و منات

اقبالؔ

- تعارف اسرار خودی - ۱۱
- رموز بے خودی - ۵۳
- جاوید نامہ - ۱۱۱
- مسافر - ۱۶۷
- پس چہ باید کرد - ۱۸۱
- زبور عجم - ۲۱۳
- پیام مشرق - ۲۳۱
- ارمغانِ حجاز - ۲۴۷

اقبالؒ اور تلقینِ قرآن

بر خور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات

می دہد ما را پیامِ لَا تَخَفْ
می رساند بر مقامِ لَا تَخَفْ

نقشِ قرآں تا دریں عالم نشست
نقش ہائے کاہن و پاپا شکست

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

مثلِ حق پنہاں و ہم پیداست ایں
زندہ و پایندہ و گویاست ایں

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ او رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب
تو ازو کامے کہ می خواہی بیاب

(اقبالؒ)

پیش لفظ

آج تک علاّمہ اقبالؒ کے کلام و پیام کے متعلق تشریح و تبصرہ کی حیثیت میں جتنی کتابیں بھی لکھی گئیں، اُن میں خصوصاً یہ کتاب اس لئے اہم ترین اور مفید ترین ہے کہ اس میں دنیا کی سب سے زیادہ مقدس و اہم کتاب یعنی قرآن مجید کے بہت سے اقتباسات ہیں جو کلامِ اقبال کی روحانی، مذہبی اور تعمیری و افادی خصوصیات کو واضح کرتے ہیں۔ یہ حقیقت کہ علاّمہ اقبال کو قرآنِ مجید کے معارف و حِکَم سے کتنا گہرا عشق تھا، پیش نظر کتاب کی بیشتر مثالوں سے اظہر من الشمس ہے کہیں تو وہ آیۂ قرآنی کا ایک جزو لاکر، کہیں مختلف قرآنی قصّوں کی طرف لطیف اشارہ کرکے کہیں قرآنِ مجید میں انبیائے کرام کے معجزات کا حوالہ دے کر، کہیں اخلاقِ قرآنی کی وساطت سے اور کہیں اقوامِ قرآن کے عبرتناک مآل کی جانب

توجہ دلاکر ہمیں "صبغۃ اللہ" اور "صراطِ مستقیم" کی انقلاب انگیز معنوی خوبیاں بتاتے ہیں۔ بنا بریں اِس موضوع کی دینی اور اسلامی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میں نے کلامِ اقبالؔ میں سے حتی المقدور کوئی ایسی مثال فوت نہیں ہونے دی جو آیاتِ قرآنی یا تعلیماتِ قرآنی سے متعلق ہو۔ اِس نوع کے اشعار سے جہاں علّامہ اقبال کا غیر محدود مطالعۂ قرآن اور تبحرِ علمی ثابت ہوتا ہے، وہاں کلامِ اقبال کی روحانی و انقلابی عظمت بھی آشکار ہوتی ہے خصوصاً ایسے ہی اشعار کی نسبت انہوں نے فرمایا ہے :-

وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل

طاہر فاروقی

اسرارِ خودی

معارفِ "اسرارِ خودی"

چوں زمیں بر ہستیٔ خود محکم است
ماہ پابندِ طوافِ پیہم است ص۱۵

ترجمہ۔ "چونکہ زمین اپنی ہستی میں نہایت مضبوط و محکم ہے، لہٰذا چاند اُس کا مسلسل طواف کرنے پر مجبور رہے۔ پھر سورج کی ہستی چونکہ زمین سے بھی زیادہ محکم ہے، لہٰذا اُس پر چشمِ خورشید کا جادو حاوی ہے"۔

ان ہر دو اشعار میں سائنس کے اِس جدید انکشاف کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے کہ چاند زمین کا طواف کرتا رہتا ہے اور زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ اِس گردش کا باعث بجائے خود فلسفۂ جدیدہ کا مسئلہ بقائے اصلح (Survival of the fittest) ہے۔ ہر ادنیٰ اور کمزور و ناتواں شے اپنی اعلےٰ اور محکم و توانا شے کی نہ صرف مطیع و محکوم

ہے، بلکہ ضرورت پڑنے پر اُس کی غذا بھی بن سکتی ہے۔ جیسا کہ مولانا ء رومؔ نے فرمایا :۔

جملہ عالم آکل و ماکول داں !

بہرکیف اِن مثالوں سے اقبالؔ کا مقصد یہ ہے کہ اگر غلبۂ اقتدار اور حکم وقوّت کی آرزو ہے تو اپنی خودی ("انا") کو زیادہ سے زیادہ مضبوط و توانا بناؤ، کیونکہ قدرت کی نظر میں بھی ضعیفی ایک فوری موت کا پیغام ہے :۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات
اقبالؔ

از تمنا رقصِ دل در سینہ ہا
سینہ ہا از تابِ او آئینہ ہا
طاقتِ پرواز بخشد خاک را
خضرؑ باشد موسیٰؑ ادراک را ص ۱۶

ترجمہ :۔ "جذبۂ آرزو ہی سے دل سینوں میں رقص کر رہے ہیں اور آرزو ہی

سے انسان کا سینہ آئینہ کی مانند روشن ہے۔ آرزو خاک کو بھی طاقتِ پرواز بخشتی ہے، اور وہ خضرؑ کی مانند عقل و شعور کے موسیٰؑ کو صحیح راستہ دکھاتی ہے۔"

دوسرے شعر میں اشارہ ہے سورۂ کہف کے اُس قصّہ کی جانب جس میں حضرتِ موسیٰؑ ایک دریا کے کنارے حضرتِ خضر سے ملاقی ہوتے ہیں اور اُن کے فیضِ صحبت سے مستفید ہونے کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرتِ خضر جواباً فرماتے ہیں کہ تیرا شعور میرے "علمِ لدُنّی" کا احاطہ نہیں کر سکے گا۔ اور محض عقل و ادراک سے تو ایمان کے مخفی معجزات تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ تاہم حضرتِ موسیٰؑ اُن کے ہمراہ جانے کا تقاضا کرتے ہیں۔ راستے میں حضرتِ خضر بظاہر "بلا وجہ" کشتی کو توڑتے ہیں۔ ایک معصوم لڑکے کو جان سے مارتے ہیں اور ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کو بلا اجرت تعمیر کر دیتے ہیں۔ ان ہر سہ واقعات پر حضرتِ موسیٰؑ انتہائی حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر حضرتِ خضر بالآخر ان اعمال کی حکمت و ماہیت بتا کر انہیں اپنی مجلس سے جدا کر دیتے ہیں۔ پس اسی بنا پر تمنا کے متعلق فرمایا کہ وہ :-

خضر باشد موسیِٰؑ ادراک را

از نگاہِ عشق خارا شق شود
عشق حق آخر سراپا حق شود صہ ۱۹

ترجمہ:۔ "عشق کی نگاہ سے پتھر بھی شق ہو جاتا ہے، اور خدا کا عشق نتیجہ کار سراپا خدا بن جاتا ہے "

اِس شعر کے مصرعِ دوم میں ایک حدیثِ قدسی کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "میرا بندہ میری عبادت کرتے کرتے آخر کار ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے، جہاں مَیں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، مَیں اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، مَیں اُس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے" اِسی بنا پر علاّمہ مرحوم نے فرمایا کہ:۔

عشقِ حق آخر سراپا حق شود

ممکن ہے منصورؒ کا "اناالحق" کہنا بھی اِسی عقیدے کی بنا پر ہو۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

ہست معشوقے نہاں اندر دلت
چشم اگر داری بیا بنمائمت صہ ۱۹

ترجمہ:- "ایک معشوق تیرے دل میں چھپا ہوا ہے۔ اگر تو چشمِ حقیقت بیں رکھتا ہے تو آ تجھے اُس معشوق کا دیدار کراؤں"۔

یہاں معشوق سے "معشوقِ حقیقی" یعنی ذاتِ باری تعالےٰ ہے لہٰذا دِل میں اِس معشوق کے نہاں ہونے سے صریحاً اشارہ کیا جارہا ہے اِس آیۂ شریفہ کی جانب :-

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (پ: ع) ہم انسان کی طرف اُس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں!

بہرکیف اقبال کا مقصد مذکورہ بالا شعر سے یہ ہے کہ اے مسلمان! غیروں کی جانب نظر کرنے سے پہلے اپنی ہستی کی طرف بغور نظر کر۔ اِس مشاہدۂ نفس سے تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے دل میں پالیگا۔ حاصل یہ کہ :-

نمود تیری نمود اُس کی نمود اُس کی نمود تیری
خدا تجھے بے حجاب کردے خدا کو تو بے حجاب کردے

لطف و قہرِ او سراپا رحمتے
آں بیاراں ایں با عدا رحمتے ص۱۷۱

ترجمہ:- "نبی کریمؐ کا لطف اور قہر ہر دو سراپا رحمت تھے۔ لطف تو دوستوں کے لئے رحمت تھا، اور قہر دشمنوں کے لئے۔ (مقصدِ تادیب و اصلاح کے تحت) سراپا رحمت تھا"

اس شعر میں درحقیقت اشارہ کیا جا رہا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ (پ۲۶ : ع۱۲) محمد خدا کا سچا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں (صحابہ کرامؓ) وہ کفار پر تو سخت گیر ہیں مگر آپس میں رحیم و کریم!

اِس بنا پر یہ حقیقت ہمیشہ پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ مومن کی نفرت اور محبت یا لطف اور قہر اپنی ذات کے لئے کبھی نہیں ہوا کرتا، بلکہ اُس کو کسی سے محبت ہے تو محض اِس لئے کہ وہ شخص احکامِ الٰہی کا مطیع ہے، اور اگر کسی سے نفرت و عداوت ہے تو صرف اس لئے کہ وہ شخص خدا کا نافرمان ہے، جیسا کہ نبیِ کریمؐ نے فرمایا :-

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ یعنی "مسلمان کو کسی سے محبت ہو تو صرف اللہ کے لیئے، اور نفرت ہو تو صرف اللہ کے لیئے"

آنکہ بر اعدا درِ رحمت کشاد
مکہ را پیغامِ لاتثریب داد صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: "وہ نبی کہ جس نے دشمنوں پر بھی رحمت کا دروازہ کھول دیا، اور مکہ کے کفار کو معافی کا پیغام بھیجا"

ہجرت سے پیشتر کفارِ مکہ نے آنحضرت کو طرح طرح کی ایذائیں دیں، حتّٰی کہ قتل کر دینے کی سازش بھی کی۔ یہ تمام جفا کاری اس مقصد کے لئے تھی کہ آنحضور اُن کے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں، اور خود مسلکِ اسلام سے منحرف ہو کر اُن کی اطاعت اختیار کریں۔ چنانچہ آنحضرت نے کسی خطرہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایسے شیاطین سے بجانبِ مدینہ ہجرت فرمائی۔ بعد ازآں اسلام کو بہت عروج نصیب ہوا، اور آنحضرت تکمیلِ قرآن کے ساتھ ہی ساتھ تبلیغِ حق کا فرض بھی کما حقہٗ ادا فرما چکے۔ آخر مکہ معظمہ کو بھی مجاہدین نے محصور کر لیا اور کفار بیدِ مجنوں کی طرح تھر تھر کانپنے لگے کہ نہ جانے محمد آج ہمیں کیسی کیسی خوفناک سزائیں دیگا۔ لیکن

لیکن رحمۃً للعالمین نے انہیں قرآنِ مجید کے اُن الفاظ میں پیامِ عفو بھیجا جو حضرتِ یوسفؑ نے اپنے مجرم بھائیوں سے کہے تھے یعنی:-

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط

ترجمہ:- آج میں تم پر کسی قسم کی گرفت نہیں کرتا۔"

لشکرے پیدا کُن از سلطانِ عشق
جلوہ گر شو بر سرِ فارانِ عشق
تا خدائے کعبہ بنوازد ترا
شرحِ اِنِّی جَاعِلٌ سازد ترا ص۲۳

ترجمہ: "سلطانِ عشق کے حکم و اہتمام سے ایک لشکر پیدا کر اور عشق کے فاران کو اپنی باطنی تجلّیات سے روشن کر دے، تاکہ خدائے کعبہ اپنی گوناگوں نعمتوں سے تجھے نوازے اور تیری ذات کو "اِنِّی جَاعِلٌ" کی شرح قرار دے۔"

آخری مصرع میں اشارہ ہے اس آیۂ شریفہ کی جانب:-

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ میں زمین میں اپنا ایک نائب

خَلِیفَۃً (پ۱ : ع۴) بنانے والا ہوں۔

یہ نائب ہے کون؟ انسان! لیکن اسرارِ خودی میں اقبال کی تصریحات کے مطابق خدا کا نائب یا "خلیفہ" ہونے کا مکمل حق صرف اُس انسان کو پہنچتا ہے جو اپنے نفس کا عرفان حاصل کرے، خودی کی معنوی صفات کو سمجھے، اور "عشقِ حق" سے اپنے باطن کو منوّر کر لے!

خود فرود آ از شترِ مثلِ عمرؓ
الحذر از منّتِ غیر الحذر ص۲۴

جب بحالتِ سواریِ شتر حضرتِ عمر فاروقؓ کا تازیانہ ہاتھ سے گر گیا، تو اُسے زمین پر سے اُٹھانے کے لئے آپ خود اونٹ سے اترے اور اس معمولی کام کے لئے بھی کسی کا احسان گوارا نہ فرمایا۔ اِس شعر میں اُسی واقعہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

یہ شعر اور اِس سے متقدم و مؤخر اشعار "سوال" کی مذمّت میں تحریر کئے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خودی سوال سے ضعیف ہو جاتی ہے انسان کو اپنے حوائج و ضروریات کا خود کفیل ہونا چاہیئے محنت و مشقّت

سے زندگی بسر کرنی چاہئے، اور غیروں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرنا چاہئے۔ کسی قوم میں سائلوں کی کثرت اُس کے عملی زوال کا پتہ دیتی ہے۔ غیرت مند اور خوددار قوم کی ایک اہم علامت یہ ہے کہ اُس میں سائل اور فقرا دکھائی نہ دیں۔ اقبالؔ نے اپنی دیگر تصنیفات میں بھی سوال کی شدت سے تردید کی ہے۔ مثلاً:۔

تو اگر خود دار ہے منّت کشِ ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مورِ ناداں، حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی

پنجۂ او پنجۂ حق می شود
ماہ از انگشتِ او شق می شود ص ۲۷

ترجمہ: "مومن جب عشقِ حق میں فنا ہو جاتا ہے تو اُس کا پنجہ درحقیقت پنجۂ حق بن جاتا ہے اور اُس کے اشارۂ انگشت سے چاند بھی شق ہو جاتا ہے۔"

شعر کے مصرعِ دوم میں آں حضرتؐ کے معجزۂ شق القمر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ باقی رہا اِس کا مفہوم و مقصد، تو اس پر مَیں مندرجہ ذیل شعر کے تحت روشنی ڈال چکا ہوں:۔

از نگاہِ عشق خارا شق شود
عشقِ حق آخر سراپا حق شود

نعرہ زد اے قومِ کذّابِ اشر
بے خبر از یومِ نحسٍ مستمر ص ۳۱

ترجمہ: بھیڑ نے شیروں کے سامنے یہ نعرہ لگایا کہ اے جھوٹی اور شر سے معمور قوم! تم آنے والے دن کی نحوست و مصیبت سے بے خبر ہو۔

ایک چراگاہ میں شیر بھیڑوں پر حملہ آور ہوئے اور روز بروز انہیں لقمۂ اجل بنانے لگے۔ آخر ایک دانا بھیڑ نے شیروں کے سامنے پند و وعظ کی ٹھانی اور اُس وعظ میں شیروں کی خوئے درندگی اور رجحاناتِ جباری و قہاری کو فنا کرنے کے لئے امن، عافیت پسندی، گوشہ گیری، صبر و قناعت اور صلح و محبّت کی قدر و قیمت سمجھائی۔ مقصد شاعر کا یہ ہے کہ قنوطی . . . (Pessimist) لوگوں کی مجلس سے متاثر ہو کر کس طرح رجائی (Optimist) لوگ بھی اپنے عادات و اطوار بدل کر جذبۂ خودی کو فنا کر بیٹھتے ہیں۔ مذکورہ بالا شعر بھیڑ کے اُس وعظ کا اقتباس ہے جس میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے :-

ءَ أُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ
مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ
أَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُونَ غَدًا
مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ۝

تعجب کی بات ہے کہ ہم سب کے ہوتے
سانے ایک ایسی شخص (صالحؑ) پر وحی اُتری
نہیں، بات یہ ہے کہ وہ جھوٹا ہے لپاٹیا
ڈینگیا۔ کل ہی انہیں معلوم ہو جائیگا کہ
کون جھوٹا لپاٹیا ہے!

ماہی واز سینہ تا سر آدم است
چوں نباتِ آشیاں اندر یم است صـ۳۹

ترجمہ:۔ "شاعرِ ہندی مانند اُس مچھلی کے ہے جو سینہ سے سر تک آدم صورت ہے، مگر بنات البحر کی طرح سمندر میں جہازوں کی رہنمائی کرنے کی بجائے اُن کے لیے تباہی و بربادی کا باعث ہے"۔

"بناتِ آشیاں در یم" سمندر کی تین پریاں جن کو عربی میں بنات البحر اور انگریزی میں سائرنز کہتے ہیں۔ ملاحوں کے توہمات کی رو سے اُن کا آدھا جسم انسان کا سا ہے اور جہاز ران کی خوش آوازی سے بے راہ ہو کر غرق ہو جاتے ہیں۔

می کند از ماسوا قطعِ نظر
می نہد ساطور بر حلقِ پسر صـ۴۷

ترجمہ:۔ "مردِ موحد اللہ تعالےٰ کے سوا تمام چیزوں سے قطع نظر کر لیتا ہے، اور ضرورت پڑے تو حکمِ الٰہی کے تحت اپنے بیٹے کی گردن پر چھری بھی رکھ دیتا ہے"۔

اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے قرآنِ مجید کے واقعۂ "ذبحِ عظیم" کی جانب جس کا تذکرہ سورۂ والصّٰفّٰت میں مفصل طور پر آیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرتِ ابراہیمؑ نے مسلسل تین روز خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے لختِ جگر اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ ایسا خواب دیکھ کر باپ نہایت آزردہ تھا کہ بیٹے نے اس اُداسی کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے اپنا خواب سنایا۔ بیٹے نے کہا کہ پیغمبر کا خواب جھوٹا نہیں ہو سکتا اور مسلسل تین مرتبہ یہی واقعہ دیکھنا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ آپ کا خواب محض خواب نہیں بلکہ حکمِ الٰہی ہے، لہذا آپ بخوشی اس حکم کی تعمیل کریں۔ مجھے آپ بوقتِ ذبح صابر و شاکر پائیں گے۔ چنانچہ حضرتِ ابراہیمؑ نے بیٹے کو جنگل میں لے جا کر چھری بے دریغ اُس کی گردن پر رکھ دی تو اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیلؑ کی جگہ ایک دنبہ رکھ کر انہیں صاف بچا لیا۔ چنانچہ عیدالضحیٰ کی قربانی اسی واقعہ کی غیر فانی یادگار ہے۔ بہرکیف اقبال اس شعر میں ہر مردِ موحّد کے لئے یہ مقام تسلیم کرتا ہے کہ وہ حکمِ الٰہی کے احترام میں "حلقِ پسر" پر چھری رکھنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ایسے مردِ حق کی دوسری صفت ذیل کے شعر میں بیان فرماتے ہیں :۔

با یکی مثلِ ہجومِ لشکر است
جان بچشمِ او زبادِ ارزاں تر است   ص ۴۷

ترجمہ: "مردِ موحّد اکیلا ہونے کے باوجود ایک لشکرِ جرّار کا حکم رکھتا ہے ،
اور اُس کی نظر میں زندگی ہوا سے بھی سستی ہے (یعنی وہ راہِ خدا
میں جان قربان کر دینا بچوں کا کھیل سمجھتا ہے)"

اِس شعر کے مصرعِ اوّل میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیمؑ اللہ تعالےٰ کی ایک فرمانبردار
كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ	اور مستقل اُمّت تھا، جو یکسوئی سے
حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ	اُس کی عبادت کرے (یہ امتیاز اس بنا
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ (پ۱۴ : ع۲۱)	پر کہ) ابراہیمؑ مشرکوں میں سے نہیں تھا

اِسی بنا پر اقبال نے بھی مردِ موحّد کو فرد ہونے کے باوجود "ہجومِ لشکر" سے تعبیر کیا ہے!

لاالٰہ باشد صدف گوہر نماز
قلبِ مسلم را حجِ اصغر نماز
در کفِ مسلم مثالِ خنجر است
قاتلِ فحشا و بغی و منکر است ص۴۷

ترجمہ: "کلمۂ طیبہ لاالٰہ اگر صدف ہے تو نماز اِس صدف کا گوہر۔ نماز قلبِ سلیم کے لئے حج اصغر کا حکم رکھتی ہے۔ نماز مسلمان کے ہاتھ میں خنجر کی مثال ہے، جو ناپاک اور ناجائز و ممنوع افعال کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔"

آخری مصرع میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ (پ۲۱: ع۱)

نماز انسان کو فسق و بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکے رکھتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی یاد سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔

حُبِّ دولت را فنا سازد زکوٰۃ
ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ
دل زحتّٰی تُنفِقُوا محکم کند
زر فزاید الفتِ زر کم کند ص۴۸

ترجمہ:۔ "زکوٰۃ مال کی محبّت کو مومن کے دل سے فنا کرتی ہے اور ہمیں ہمدردی و مساوات کا بہترین درس دیتی ہے۔ زکوٰۃ انفاق فی سبیل اللہ کے جذبے کو محکم بناتی ہے۔ وہ دولت میں برکت پیدا کرتی ہے اور ساتھ ہی زر پرستی کا جنون مٹاتی ہے"

مصرعِ سوم میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط (پ۴: ع۱)

تم نیکی کا مقامِ اعلیٰ ہرگز نہیں پا سکتے تاوقتیکہ اپنے محبوب مال و دولت میں سے راہِ خدا خرچ نہ کرو!

نائبِ حق در جہاں بودن خوش است
بر عناصر حکمراں بودن خوش است
تا جہاں باشد جہاں آرا شوی
تاجدارِ ملکِ لایبلیٰ شوی ص۴۹

ترجمہ:۔ "دنیا میں خدا کا سچّا نائب ہونا، اور اِس نیابت کی قوت سے عناصر پہ حکمران ہونا انتہائی برکت وسعادت کا موجب ہے۔ ایسی نیابت وخلافت حاصل کرکے تو رہتی دنیا تک حاکم ومختار رہے گا۔ اور کبھی فنا نہ ہونے والے ملک کا تاجدار بن جائے گا۔"

آخری مصرع میں مندرجہ آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ الشَّیْطٰنُ	پھر شیطان نے آدم کو پھسلایا۔
قَالَ یٰٓاٰدَمُ ھَلْ اَدُلُّکَ	اور اُس سے کہنے لگا "کیا میں تجھ
عَلٰی شَجَرَۃِ الْخُلْدِ	کو وہ درخت بتاؤں جس کے کھانے سے
وَمُلْکٍ لَّا یَبْلٰی ۝	تو ہمیشہ زندہ رہیگا اور وہ ملک بتاؤں
(پ۱۶ : ع۶)	جو کبھی فنا نہیں ہوسکتا۔

مدعائے علم الاسما ستے
سرّ سبحان الذی اسریٰ ستے
از عصا دستِ سفیدش محکم است
قدرتِ کامل بعلمش توام است
خشک سازد ہیبتِ او نیل را
می برد از مصر اسرائیل را
از قُمِ او خیزد اندر گورِ تن
مردہ جانہا چوں صنوبر در چمن حت ۵

ترجمہ:- روئے زمین پر خدا کا سچا نائب کائنات کے علمِ اسماء کا حقیقی مدعا ہے، اور معراج کی روحانی بلندیوں کا اصل راز ہے۔ اُس کا سفید ہاتھ (روحانی قوت) اُس کے عصا (سیاسی و مادی قوت) سے اور زیادہ محکم و توانا ہے۔ اُس کی قدرتِ کاملہ اُس کے علم سے بالکل مربوط و متفق ہے۔ اُس کی ہیبت دریائے نیل کو بھی خشک کر دیتی ہے، اور وہ مصر سے بنی اسرائیل کو (فرعون کے پنجۂ ستم سے نکال کر) صحیح سلامت اُن کے وطن تک پہنچا دیتا ہے۔ اُس کی "قُم" سے گورِ تن میں مردہ

رُوحیں یوں زندہ و بیدار ہو جاتی ہیں۔ جیسے صنوبر چمن میں استوار ہو جاتے ۔"

یہ تمام اشعار "نائبِ حق" کی شان میں کہے گئے ہیں اور اِن میں اُس کی رُوحانی اور جسمانی قوتوں کا اندازہ کرایا گیا ہے۔ پہلے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیہ شریفہ کی جانب :-

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (پ۱ : ع۴) — اور ہم نے آدم کو اشیائے کائنات کے تمام نام بتا دیے۔

دوسرے شعر میں حضرتِ موسیٰؑ کے "یدِ بیضا" اور "عصا" کے معجزات کی جانب اشارہ ہے اور فرماتے ہیں کہ نائبِ حق کی سیاسی قوت بھی ہمیشہ اُس کے علم و شعور سے ہم آہنگ ہوا کرتی ہے۔ پھر تیسرے شعر میں بھی حضرتِ موسےٰؑ کے معجزہ شقِ نیل کی جانب اشارہ ہے۔ وہ نبی اسرائیل کو دریائے نیل عبور کرا کے اُن کے آبائی ملک شام میں صحیح سلامت واپس لے گئے تھے اور اِس طرح فرعونِ مصر کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔ پھر چوتھے شعر میں حضرتِ عیسیٰؑ کے معجزہ احیائے موتیٰ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، کہ اُن کے "قم باذن اللہ"

کہتے ہی مردے دوبارہ زندہ ہو جاتے تھے!

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب
باز گرداند ز مغرب آفتاب ص۵۳

ترجمہ: "جو شخص بھی دنیا میں مٹی کا باپ ہو جاتے (یعنی عناصر پر حکمراں ہو)
وہ مغرب سے آفتاب کو بھی پلٹ کر لا سکتا ہے"

"بوتراب" حضرتِ علیؓ کی کُنیت تھی۔ جہاد میں ہمہ تن مصروف ہونے کے باعث اُن کی نمازِ عصر قضا ہو چکی تھی اور آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ اُن پر یکایک جلالِ حق طاری ہوا اور نماز فوت ہونے کے احساس میں آفتاب کو مغرب سے قدرے واپس لوٹنے کا حکم دیا۔ آفتاب لوٹ آیا حتیٰ کہ نمازِ عصر کا صحیح وقت عود کر آیا، اور بوتراب نے اطمینان سے نماز ادا کی۔ آفتاب پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ مندرجہ بالا شعر میں اِسی کرامتِ "رجعتِ خورشید" کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

ذاتِ او دروازۂ شہرِ علوم
زیرِ فرمانش حجاز و چین و روم

ترجمہ:۔ "نائبِ حق کی ذات شہرِ علوم کا دروازہ ہے اور حجاز و چین و روم اُس کے زیرِ فرمان رہتے ہیں۔"

اِس شعر میں نبیٔ کریمؐ کے مندرجۂ ذیل ارشاد کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا ط — میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ گویا اُس شہر کا دروازہ ہے۔

خاک گشتن مذہبِ پروانگی است
خاک را اب شو کہ ایں مردانگی است — ص ۵۴

ترجمہ:۔ "محض خاک ہو رہنا پروانوں کا مذہب ہے۔ اے مسلمان! تو خاک کا باپ بن کہ یہی شانِ مردانگی ہے۔"

اِس شعر میں بھی حضرتِ علیؓ کی کنیت ابو تراب (یعنی مٹی کا باپ) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے!

اِس شعر میں بھی حضرتِ علیؓ کی کنیت ابوتراب (یعنی مٹی کا باپ) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے!

اے ز آدابِ امانت بے خبر
از دو عالم خویش را بہتر شمر ص۵۷

ترجمہ: "اے کہ آدابِ حفظِ امانت سے بے خبر ہے، اپنے آپ کو ہر دو عالم سے بہتر و برتر یقین کر۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَتَ	ہم نے اپنی امانت (دستورِ شریعت)
عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے
وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ	سامنے پیش کیا مگر انہوں نے اس
يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ	کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اتنی
مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ	بڑی ذمہ داری سے ڈر گئے باوجود
اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا	انسان نے اس امانت کو (جلدی سے) اٹھا لیا
جَهُوْلًا ٥ (پ۲۲: ع۵)	بیشک آدمی نے بڑا ظلم کیا، نادانی کی!

جب آسمان و زمین کی تمام کائنات نے امانتِ الٰہی (احکامِ الٰہی) اٹھانے سے انکار کر دیا، اور صرف انسان نے یہ عظیم الشان ذمہ داری اپنے سر لی، تو وہ یقیناً ہر دو عالم سے بہتر ہوا۔ پس اسی منصبِ بلند کے احساس اور اس کی دیانتدارانہ پیروی ہی سے خودی (انا) کا مکمل فروغ ہے، اور اسی سے انسان صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ کہلانے کا حق دار بنتا ہے!

از رموزِ زندگی آگاہ شو
ظالم و جاہل ز غیر اللہ شو ص ۵۷

ترجمہ: "زندگی کے اسرار سے باخبر ہو، اور غیر اللہ کے متعلق ظالم اور جاہل بن جا"

اِس شعر میں بھی مندرجہ بالا آیۂ شریفہ کے آخری الفاظ کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے، جن میں انسان کو "ظالم" اور "جاہل" کہا گیا ہے علامہ اقبالؒ نے ان ہر دو الفاظ کی حکیمانہ تعبیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا تمام دوسری چیزوں سے انتہائی کنارہ کشی، بے اعتنائی اور لاعلمی اختیار کر۔ چونکہ "عدل" اور "علم" کا اعلیٰ ترین مخزن اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا کلّی طور پر اُس میں محو و

مستغرق ہو جا۔ اِس صورت میں مخلوق اور حوائج مخلوق سے جاہل ہو جانا مقصدِ حیات کو پا لینا ہے۔ انسان کی ایسی زندگی دائمی و ابدی ہے اور ہر جہت سے عیشِ کامل ہے کیونکہ وہ زمان و مکان کی رسمی قیود سے بالاتر ہو کر دوامِ محض (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہو جاتا ہے:-

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

سنگ چوں بر خود گمانِ شیشہ کرد
شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد ص ۵۹

ترجمہ:- "جب پتھر نے اپنے آپ پر شیشہ ہونے کا گمان کیا تو وہ سچ مچ شیشہ ہو گیا اور ٹوٹنا پھوٹنا اس کی تقدیر ہو گئی۔

اِس شعر میں نفسیات (Psychology) کے اِس اصول کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کی تعمیر یا تخریب کا انحصار زیادہ تر اُس کے جذبات و تصوّرات کی نوعیّت پر ہے۔ اگر اُس کے جذبات و تصوّرات کی بنا یقین پر ہے۔ اگر اُس کے خیالات میں رجائیت پائی

جاتی ہے اور وہ خود کو ایک ہستیِ مختار و توانا سمجھتا ہے، تو اُس کے اعمال یقیناً اُس کو معراجِ کمال تک پہنچا دیں گے، لیکن اگر اُس کے تصورات پر قنوطیت غالب ہے، اور اُس کے رجحانات مائل بہ پستی ہیں، تو وہ یقیناً روز بروز قعرِ ذلّت و ناکامی میں گرتا چلا جائے گا۔ اقبالؔ نے ذیل کے شعر میں بھی اِسی حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے:۔

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

اور جب مسلمان خاطر خواہ طور پر پختہ و محکم ہو جائے تو وہ تمام دنیا کو درہم برہم کر سکتا ہے:۔

خویش را چوں از خودی محکم کنی
تو اگر خواہی جہاں برہم کنی!

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ
عشق را ناموس و نام و ننگ دہ ص۶۹

ترجمہ:۔ اے مسلمان! اپنے دل پر اللہ کا رنگ چڑھا اور اس طرح

عشقِ حق کو صحیح عزت و عظمت سے سربلند کرے"

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (پ۱ : ع۱۶)

اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ اور کیا ہو سکتا ہے؟

طبعِ مسلم از محبّت قاہر است
مسلم از عاشق نباشد کافر است
تابعِ حق دیدنش نادیدنش
خوردنش نوشیدنش خوابیدنش ص۳۷

ترجمہ: "مسلمان کی طبیعت عشقِ حق کی وجہ سے کفار پر غالب ہے لہٰذا مسلمان اگر عشقِ الٰہی کا جذبہ نہیں رکھتا تو کافر ہے۔ مسلمان کا کسی چیز کو دیکھنا یا نہ دیکھنا سراسر حکمِ خداوندی کے تحت ہے۔ اُس کا کھانا پینا اور سونا سب کچھ احکامِ الٰہی کی اطاعت میں ہے"

اِس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ مومن کی تمام حرکات و سکنات ہمیشہ احکامِ الٰہی کی پابند ہوتی ہیں۔ فقط جائز چیزوں کو وہ استعمال میں لاتا

ہے اور ناجائز اشیاء سے احتراز کرتا ہے، کیونکہ وہ رضائے خالق کے خلاف ہیں۔ اِن اشعار کا مفہوم و مقصد ظاہر کرتا ہے کہ اشارہ کیا جا رہا ہے اِس آیۂ قرآنی کی جانب :۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ	اے پیغمبر! کہہ دے کہ میری نماز اور قربانی
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ	میرا جینا اور مرنا سب اللہ تعالےٰ کیلئے ہے جو
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پ ۸ ع)	پروردگار ہے ہر دو جہان کا۔

در رضایش مرضیِ حق گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود صلہ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ایسے مردِ مومن کی رضا میں گم ہو جاتی ہے خواہ بظاہر یہ بات لوگوں کے لئے قابلِ یقین نہ بھی ہو"

اس شعر میں اشارہ کیا جا رہا ہے اُس حدیثِ قدسی کی جانب جس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میری مکمل اطاعت سے آخرکار اُس مقام تک پہنچ جاتا ہے، جہاں میری رضا اُس کی رضا کا احترام کرتی ہے، اور میں اُس کی دعا کو رد نہیں کر سکتا، کیونکہ اُس کی دعا ہمیشہ مقصد

خیر کے لئے ہے"

یہی مبنی بر حقیقت و صداقت مفہوم ہے جسے اقبالؒ نے مندرجہ ذیل شعر میں بھی ادا کیا، اور قوم کو بلا وجہ تعجب ہوا :-

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خیمہ در میدانِ الّا اللہ زدست
در جہاں شاہد علی النّاس آمدست
شاہدِ حالش نبیِّ انس و جاں
شاہدے صادق ترینِ شاہداں صثٓ

ترجمہ :"مردِ مومن نے میدانِ الا اللہ (یعنی میدانِ توحید و صداقت) میں اپنا خیمہ لگایا ہے، اور اس لئے وہ دنیا میں انسانیت کے (اچھے برے اعمال پر روزِ جزا) گواہی دینے کے لئے آیا ہے۔ پھر خود اس ملّتِ بیضا کے اعمال پر گواہی دینے والی ہستی نبیِ انس و جاں محمدؐ ہیں، جو گواہوں میں سے صادق ترین گواہ ہیں"

اِن اشعار میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ
اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ
شَهِيْدًا (پ۲ : ع۱)

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی
امّت بنایا جو (افراط و تفریط سے
محترز رہ کر) راہِ اعتدال پہ گامزن ہے،
یہ اس لئے کہ تم دوسرے لوگوں (قوموں)
پر (قیامت کے دن) گواہ ہو، اور پیغمبر
خود تمہارے اعمال پہ گواہ ہو!

شاہ تخمِ حرص در دل کاشتے
قصدِ تسخیرِ ممالک داشتے
از ہوس آتش بجاں افروختے
تیغ را ھَلْ مِنْ مَّزِیْد آموختے ص ۷۱

ترجمہ :" بادشاہ نے حرص کا بیج دل میں بو رکھا تھا، اور ممالک کو پے در پے تسخیر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ تسخیر کی ہوس سے اُس کی روح میں آگ لگ رہی تھی، اور اپنی تیغ کو "اور زیادہ" کا سبق پڑھا رہا تھا۔"

دوسرے شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (پ ۲۶ : ع ۱۷) روزِ قیامت ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے؟

ہر کہ خنجر بہرِ غیر اللہ کشید
تیغِ او در سینۂ او آرمید
صفحہ ۶۲

ترجمہ:- "آج تک جس شخص نے بھی غیر اللہ کے لئے تلوار نکالی، اُس کی تلوار آخرِ کار اُس کے اپنے سینے ہی میں آسودہ ہوئی"

اِس باب میں اقبال نے "جہاد" کا صحیح مفہوم سمجھایا ہے کہ وہ سراسر حکومتِ الٰہیہ کے قیام اور قوانینِ شریعت کے نفاذ کے لئے ہوتا ہے۔ زمینوں اور ملکوں کی تسخیر یا سیم وزر کی تحصیل جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد سے کوسوں دور ہے۔ پس آج تک خدمتِ دینِ حق کے علاوہ جس نے بھی جنگ کی اور کشتوں کے پشتے لگائے، نتیجہ کار اُسے خودکُشی کرنا پڑی۔ یوں تو تاریخ میں بے شمار لوگوں نے ایسی خودکُشیاں کی ہیں،

لیکن ہمارے پیشِ نظر اس وقت دو اہم اور عبرتناک مثالیں نیرو شاہِ روم اور انطنی عاشق قلوپطرہ کی ہیں جن پر یہ مصرع صادق آتا ہے کہ ع

تیغ اندر سینۂ او آرمید!

علمِ مسلم کامل از سوزِ دل است
معنیِ اسلام ترکِ آفل است
چوں ز بندِ آفل ابراہیم رست
در میانِ شعلہ ہا نیکو نشست ص۷۶

ترجمہ: "مسلمان کا علم سوزِ دل (یعنی عشقِ حق) سے کامل ہوتا ہے اس بنا پر اسلام کے معنی ہیں زوال پذیر چیزوں کو ترک کرنا (اور لازوال ہستی باری تعالیٰ سے ربط و تعلق پیدا کرنا) جب ابراہیم علیہ السلام فنا ہونے والی چیزوں کی پابندی سے آزاد ہو گئے تو شعلوں میں بھی بے تکلف بیٹھ رہے"

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آغازِ شعور میں ستارے، چاند اور سورج کو یکے بعد دیگرے اپنا معبود سمجھا اور پھر وہ غروب بھی ہو گئے

تو مخلوقات سے بیزار ہو کر فرمایا :۔

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ اِنِّيْ	میں غروب ہونے والی چیزوں کو پسند نہیں
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ	کرتا۔ میں نے تو ایک خدا ہی کا ہو کر اپنا
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	منہ اُسی کی جانب پھیر لیا، وہ خدا جس
حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ	نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور میں
الْمُشْرِكِيْنَ ٥ (پ : ۷ ع)	مشرک نہیں ہوں۔

جملہ عالم ساجد و مسجودِ عشق
سومناتِ عقل را محمودِ عشق   ص۹۸

ترجمہ: "تمام دنیا عشق ہی کی ساجد و مسجود ہے، اور سومناتِ عقل کا محمود بھی عشق ہی ہے۔"

مفہوم یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے سچے عاشقِ حق کی مطیع و منقاد ہے، اور بطورِ احترام اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہے عقل اپنی مادی تنقید سے دلائل و براہین کے جو کفر نوازبت تراشتی ہے، عشق کا محمود اُن بتوں کو پاش پاش کرتا رہتا ہے۔ مصرعِ دوم

میں محمودِ غزنوی کے حملۂ سومنات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :۔

از سوادِ کعبہ چوں آہو رمید
ناوکِ صیّاد پہلویش درید ۔ ۷۸

ترجمہ :۔ جب ہرن نے کعبہ کی چاردیواری سے باہر قدم رکھا تو صیّاد کے تیر نے اُس کا پہلو چیر کر رکھ دیا !

اِس شعر میں اُس حکمِ شرعی کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے جس کی رُو سے حرمِ کعبہ کے اندر کسی قسم کا شکار مارنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں جب کوئی جانور کعبہ کی حدود سے باہر ہو تو اُسے بے تکلّف شکار کیا جا سکتا ہے !

اِس مثال سے علامّہ اقبال کی مراد یہ ہے کہ مسلمان کی زندگی اور عزّت وسطوت بھی صرف اُس وقت تک محفوظ ہے ، جب تک وہ حصارِ ملّت میں محفوظ ہے ، احکامِ اسلامیہ کا پابند ہے ، اور دستورِ شرعی کا عملی طور پہ پاسبان ہے ۔ حصارِ اسلام اور شعارِ دین سے باہر قدم رکھتے ہی اُس کا بھی وہی انجام ہوگا جو ایک ہرن کا سوادِ کعبہ سے

باہر نکلنے پر ہوتا ہے۔ الغرض خلافِ شریعت مسلک اختیار کرنے میں ذلت و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ اِسی مفہوم کے وقت کے دوام و ابد کا راز سمجھنا ہو تو "لِیْ مَعَ اللّٰہِ" کی حدیث پر غور کرو۔"

ان اشعار میں علامہ اقبالؒ زمان کی رسمی قیود یعنی روز و شب اور ماہ و سال وغیرہ کا بطلان فرماتے ہوئے یہ حقیقت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وقت کی قیود درحقیقت مومن کے لئے بالکل بے معنی ہیں۔ مومن ان "تبان چشم و گوش" سے بالاتر رہ کر صرف ایک چیز کو تسلیم کرتا ہے اور وہ ہے دوام و ابد، وہ دوام جس کا اصل منبع ہے ذاتِ حیّ القیوم، اور چونکہ وہی مخزنِ دوام ہے، لہٰذا اس ارشادِ نبویؐ کی طرف اشارہ کیا کہ:۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا	میرے لئے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کرنے
یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ	کا ایک ایسا خاص وقت ہے جس میں
مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ	کوئی بھی مقرب فرشتہ اور کوئی بھی
مُرْسَلٌ	رسول مجھ سے مل نہیں سکتا!

زندگی از دہر و دہر از زندگی است
لَا تَسُبُّوا الدَّهرَ فرمانِ نبیؐ است   ص۸۲

ترجمہ: "حیات نے زمانے سے جنم پایا اور زمانے نے ذوقِ حیات سے، اس لیے نبیِ کریمؐ نے فرمایا ہے کہ زمانے کو برا بھلا مت کہو۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل حدیثِ قدسی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے

لَا تَسُبُّوا الدَّهرَ فَاِنَّ   زمانے کو برا بھلا مت کہو کیونکہ

الدَّهرَ هُوَ اَنَا   زمانہ میں ہی ہوں۔

بعض بے صبر ضعیف العقیدہ اور پست ہمت لوگوں کو یہ عادت پڑ جاتی ہے کہ وہ معمولی واقعات و حادثات پر زمانے کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔ اور ایسی مجنونانہ بڑ سے اپنے دل و دماغ کو وقتی طور پر تسکین دے لیتے ہیں۔ اقبالؔ کے عندیہ میں مصائب و حوادث کو شکست دینے کا بہترین ذریعہ سخت کوشی اور جہد و عمل ہے، نہ کہ رونا دھونا اور زمانے کو لعنت ملامت کرنا۔ حدیث میں زمانے کو برا بھلا کہنے کی ممانعت اِس بنا پر ہے کہ زمانہ صنعتِ خداوندی اور مظاہرِ قدرتِ الٰہی کا ترجمان ہے، معرفتِ حق تعالیٰ کا کام کرتا ہے، اور یہاں خالق کا نور پتّی پتّی میں جلوہ گر ہے

لہٰذا اِسے بُرا کہنا گویا صنعتِ خداوندی کی تذلیل کرنا ہے!

حرفِ "اِقرأ" حق بما تعلیم کرد
رزقِ خویش از دستِ ما تقسیم کرد ص ۸۵

ترجمہ:- "اللہ تعالےٰ نے ہمیں مضمون "اقرا" (پڑھ) کی تعلیم دی اور اپنا رزق ہمارے ہاتھوں اپنی مخلوق کو تقسیم کرایا"

اِس شعر میں اشارہ ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (پ ۳۰ : ع ۱۲)

اے پیغمبر! اپنے مالک کے نام سے جس نے سب مخلوق کو پیدا کیا، قرآنِ مجید پڑھ، اسی نے آدمی کو خون کی پھٹکی سے بنایا"

مذکورہ شعر میں اقبالؔ نے "مومن" کی عظمت و شوکت بیان کی ہے اور مقصد یہ ہے کہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ صرف مسلمان ہی ہے جو نائبِ حق ہونے کی حیثیت میں تمام مخلوقات کو اُن کا جائز حق دیتا ہے، اور اِس تقسیم میں نا انصافی کو دخل نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں علم و حکمت کے گنجینے بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فیاضی کے ساتھ فقط مسلمان کو عطا فرمائے

ہیں۔چنانچہ نتیجہ کار فرماتے ہیں :۔

ذاتِ ما آئینۂ ذاتِ حق است
ہستی مسلم ز آیاتِ حق است

"بانگِ درا" میں بھی مسلمان کی اسی عظمت و فوقیت کے متعلق چند عدیم النظیر شعر ارشاد فرماتے ہیں۔جو ہدیۂ قارئین ہیں :۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
جہانِ آب و گِل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوّت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

باز تسکینِ دلِ ناشاد شو
باز اندر سینہ ہا آباد شو
آینے بنما ز آیاتِ مُبیں

تا شود اعناقِ اعدا خاضعین صفحہ ۸۶

ترجمہ :" یا رسول اللہ! حضورؐ ایک مرتبہ پھر ہمارے دلِ ناشاد کے لئے باعث تسکین و راحت ہوں، اور ایک دفعہ پھر سینوں کو اپنے نور سے منور فرمائیں۔ حضورؐ اللہ تعالےٰ کی واضح آیات (معجزات) میں سے کوئی نہ کوئی آیت (معجزہ) پھر ظاہر فرمائیں تاکہ دشمنوں کی گردنیں اُس کی عظمت وسطوت کے سامنے جھک جائیں!"

دوسرے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے اِس آیۂ شریفہ کی جانب:-

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ	اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اُن پر ایک
مِنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ	(ہولناک) نشانی اتاردیں۔ پھر اُس
اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ	کو دیکھ کر دشمنانِ حق کی گردنیں
(پ ۱۹ : ع ۵)	اُس کے سامنے جھک جائیں۔

رموز بیخودی

معارفِ "رموزِ بیخودی"

اہلِ حق را رمزِ توحید ازبراست
در اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْداً مضمر است ص۱۰۵

ترجمہ :۔ "اہلِ حق کو توحید کی رمز خوب اچھی طرح سے یاد ہے، اور وہ یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے دربار میں عاجز و مطیع غلام بن کر آتی ہے۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے:-

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (پ۱۶ : ع۹) آسمان اور زمین میں جس قدر مخلوق ہے اللہ تعالےٰ کے سامنے غلام (عاجز و بے بس) بن کر حاضر ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری اور اُس پر مکمل اعتماد و توکّل ہی رمزِ توحید ہے، جسے علّامہ اقبالؒ نے مندرجہ بالا شعر میں

بیان فرمایا ہے :-

اسود از توحید احمر می شود
خویشِ فاروقؓ و ابوذرؓ می شود   ص۱۰۶

ترجمہ :۔ " توحید کی برکت سے سیاہ آدمی بھی سُرخ آدمی کا ہم پایہ ہو جاتا ہے۔ حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر وہ فاروقؓ اور ابوذرؓ جیسی ہستیوں کا بھائی بن جاتا ہے۔

اِس شعر میں قرآن مجید کے بیان کردہ اصولِ " اخوتِ مومنین " کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کے تحت سیاہ و سفید، پست و بلند، غریب و امیر اور غلام و آقا کے سبھی امتیازات بالکل فنا ہو جاتے ہیں۔ اور اسلام سب کو ایک ہی سطح اور ایک ہی صف میں لے آتا ہے۔ چنانچہ حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے ہی بلالؓ اور قنبرؓ جیسے حبشی غلاموں کا بھی وہی مرتبہ و مقام تھا جو ابوبکرؓ و عمرؓ کا۔ اِسی بنا پر فرمایا :-

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

ما مسلمانیم و اولادِ خلیلؑ
از اَبِیکُمْ گیر اگر خواہی دلیل ص ۱۰۷

ترجمہ:- "ہم تمام مسلمان رشتۂ توحید میں منسلک ہونے کی بنا پر اولادِ خلیلؑ ہیں۔ اگر دلیل درکار ہو تو اس آیۂ شریفہ کے مفہوم پر غور کرو:-

مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ ط	یہ دین (اسلام) تمہارے روحانی
هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ	باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اُسی نے
(پ۱۷ : ع۱۷)	تمہارا نام "مسلمان" رکھ دیا تھا۔

مرگ را سامان ز قطعِ آرزوست
زندگانی محکم از لَا تَقْنَطُوْا است ص ۱۰۸

ترجمہ: "موت کا سامان آرزو مٹا دینے سے پیدا ہوتا ہے۔ زندگی کا استحکام مایوسی سے نہیں، بلکہ یقین و اُمید سے ہے"

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ	اے پیغمبر! اعلان فرمائیے کہ اے
اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ	میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ	پر ظلم کیا (گناہ کئے) اللہ تعالےٰ کی رحمت
اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ	سے مایوس مت ہو، کیونکہ (بشرطِ توبہ)
الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔	اللہ تعالےٰ سب گناہوں کو بخش دیتا
(پ ۲۴ : ع ۳)	ہے!

اسلام چونکہ سراسر امید و یقین، عزم و عمل اور تسخیر و رجائیت کا علم بردار ہے، لہٰذا اس میں شکست و مایوسی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں حد یہ ہے کہ اسلام میں موت بھی "حیاتِ ابدی" کا ولولہ انگیز اور مسرت آفریں مفہوم رکھتی ہے:-

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی — اقبالؔ

اسے کہ در زندانِ غم باشی اسیر
ازنبیؐ تعلیم لَاتَحْزَنْ بگیر! صـ ۱۰۹

ترجمہ:" اے کہ تو غم کے قید خانے میں اسیر ہے اپنے نبیؐ سے لَاتَحزن (غم مت کر) کی عملی تعلیم حاصل کر۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (پ۱ : ع۱۲) — جب ہمارے پیغمبر نے اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے (غار میں) کہا کہ غم مت کر۔ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

رسول کریمؐ نے جب ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں مدینہ منورہ سے بجانب مکہ معظمہ ہجرت فرمائی، تو راستے میں کفّار کے شر سے بچنے کے لئے ایک غار میں چھپ رہے۔ کفار جب تعاقب کرتے ہوئے وہاں بھی پہنچ گئے تو ابوبکر صدیقؓ بہت گھبرائے اور رسولِ کریمؐ کی حفظِ جان کا غم انہیں بے چین کرنے لگا۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۝ — غم مت کر اللہ تعالےٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔"

یہ شعر اور اس کا مکمل باب غم و خوف کی مذمت میں ہے، اور علامہ اقبالؒ غم کو قاطع حیات اور دشمنِ خودی قرار دیتے ہیں فارسی کے علاوہ علامہ مرحوم نے اُردو میں بھی اکثر جگہ غم و تشویش کو مومن کے لئے حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً :-

دمِ زندگی رمِ زندگی غمِ زندگی سمِ زندگی
غمِ رم نہ کر سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

قوّتِ ایماں حیات افزایدت
وردِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ بایدت   ص۱۰۹

ترجمہ:- "یقین و ایمان کی قوّت سے تیری حیات میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا تجھے چاہیئے کہ ہمیشہ آیۂ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ کا ورد کرتا رہے"۔

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا	یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے ولی (دوست)
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ	ہیں۔ نہ تو انہیں (مخلوق کا) خوف
يَحْزَنُوْنَ ○ (پ۱۱ : ع۱۱)	ہوگا، اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔

چوں کلیمے سوئے فرعونے رود
قلبِ او از لَاتَخَف محکم شود ص۱۰۹

ترجمہ :۔" جب کوئی کلیم (مردِ مومن) کسی فرعون (کافر و مغرور شخص) کے پاس (تبلیغِ حق کے لئے) جاتا ہے، تو اُس کا دل لَاتَخَف (مت ڈر) کے حکم سے مضبوط و توانا ہوتا ہے "

جب دربارِ فرعونی میں حضرتِ موسیٰؑ اور جادوگروں کا مقابلہ ہُوا، اور جادوگروں نے اپنی رسیاں پھینکیں، جو یکایک سانپ بن گئیں، تو حضرتِ موسےٰؑ گھبرا کر وہاں سے بھاگنے لگے۔ اِس پر فوراً حکمِ الٰہی صادر ہُوا کہ لَاتَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی "اے موسےٰ! ہرگز نہ ڈر کیونکہ فتح نتیجہ کار تیری ہی ہوگی!" چنانچہ وہ اِس آوازۂ حق سے جرأت پاکر ثابت قدم ہو گئے، اپنا عصا زمین پر مارا جو اژدہا بن کر سحر کے پیدا کردہ تمام سانپوں کو نگل گیا۔ اور اِس طرح فرعون کو اپنے چیلوں سمیت شکست و ذلّت کا سامنا کرنا پڑا!

خوفِ حق عنوانِ ایمان است وبس
خوفِ غیر از شرکِ پنہان است وبس صـ۱۱۴

ترجمہ: "خدائے واحد کا خوف ایمان کی اوّلین علامت ہے، اور غیر اللہ کا خوف پوشیدہ شرک ہے"

یہ حقیقت متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا خوف ایمان کی بنیاد ہے۔ مزید برآں علاّمہ مرحوم اسی اصول کی بنا پر یہ حکیمانہ نکتہ پیدا کیئے دیتے ہیں کہ جب خوفِ حق بنیادِ ایمان ہے تو غیر اللہ کا خوف یقیناً "شرکِ خفی" کا حکم رکھتا ہے جس میں بظاہر گو صنم پرستی کا مظاہرہ نہیں مگر حقیقتاً مخلوق پرستی موجود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جلال اور جبر و اختیار انسانوں میں تسلیم کیا۔ جبھی تو اُن سے خائف ہوا۔

تارکِ آفل براہیم خلیلؑ
انبیا را نقشِ پائے او دلیل صـ۱۱۵

ترجمہ: "فنا ہونے والی چیزوں کو ترک کر دینے والا ابراہیمؑ کہ (توحید شناسی میں) اُس کا نقشِ پا دیگر انبیاء کا بھی رہنما ہے"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ○

(پ۷: ع۱۵)

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ
لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ
اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○
(پ۷: ع۱۵)

ترجمہ

میں غروب ہونے والی چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے تو ایک خدا ہی کا ہو کر اپنا منہ اُسی کی جانب پھیر لیا۔ وہ خدا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ میں مشرکین میں سے ہرگز نہیں ہوں۔

بہرِ ما ویرانۂ آباد کرد!
طائفاں را خانۂ بنیاد کرد! ص۱۱۵

ترجمہ: "ابراہیمؑ نے ہماری خاطر ایک لق و دق صحرا کو آباد کیا، اور طواف کرنے والوں کے لئے ایک گھر (خانہ کعبہ) کی بنیاد رکھی۔"

ابراہیم علیہ السلام پر جہاں اور بڑی بڑی آزمائشیں آئیں، وہاں

اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک ابتلا یہ بھی تھا کہ اپنے اہل وعیال کو صحرا میں تنہا چھوڑ آؤ۔ چنانچہ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ بی بی ہاجرہ اور اسمٰعیل کو "وادیِ غیر ذی زرع" میں "بیتِ محرّم" کے پاس ویرانہ میں چھوڑ آئے اور باوجود چند در چند مصائب کے وہاں ایک ایسی مستقل آبادی (مکہ معظمہ) کا سامان ہو گیا، جو آج تک مسلمانانِ عالم کے لئے روحانی کشش کا مرکز بنی ہوئی ہے خلیل اللہ جب حکمِ الٰہی کی تعمیل فرما چکے، تو درگاہِ الٰہی میں التجا کی:۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ	اے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد
ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ	کو ایک ایسے میدان میں لا کر بسایا۔
ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ	جس میں کھیتی باڑی نہیں ہوتی،
الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا	تیرے ادب و احترام والے گھر (کعبہ) کے
الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً	پاس پروردگار! یہاں میں نے ان کو اس لئے
مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ	بسایا کہ تیرے گھر کے پاس، نماز کو زندہ
اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ	و قائم کریں۔ لوگوں کے دل ان کی طرف
مِنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ	مائل کر دے، اور انہیں پھلوں کا رزق عطا

يَشْكُرُوْنَ ٥ (پ۱۳ : ع۱۸)   فرمانا کہ وہ تیرا شکر بجا لائیں۔

آں خدائے لم یزل را آیتے
داشت در دل آرزوئے ملّتے   ص۱۱۵

ترجمہ:۔ "ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی ایک بہت بڑی نشانی تھا، اور دل میں ایک مسلم قوم کی آرزو رکھتا تھا"

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ   پروردگار ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور
لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً   ہماری اولاد میں سے ایک ایسی جماعت
مُّسْلِمَةً لَّكَ (پ۱ : ع۱۵)   بنا جو تیری مطیع و فرمانبردار ہو!

جوئے اشک از چشم بیخوابش چکید
تا پیامِ طَهِّرَا بَيْتِيَ شنید   ص۱۱۵

ترجمہ:۔ "آنسوؤں کی ایک ندی ابراہیمؑ کی چشم بے خواب سے جاری رہتی تھی حتیٰ کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ مسرّت افزا پیغام سنا کہ

میرے گھر (کعبہ) کو شرک کی ہر آلائش سے پاک کردے "

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ	اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو حکم
وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا	کیا کہ میرے گھر کو طواف، اعتکاف،
بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ	رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے
وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ	لئے پاک وصاف رکھو!
السُّجُوْدِ (پ ۱ : ع ۱۵)	

"تا نہالِ تُبْ علینا غنچہ بست
صورتِ کارِ بہارِ ما نشست" ص ۱۱۶

ترجمہ :- جب سے تُبْ عَلَیْنَا (ہم سے رضامند ہو) کے پودے نے غنچۂ توحید پیدا کیا، ہماری قوم کے لئے سامان بہار ہو گیا "

اس شعر میں بھی آیۂ قرآنی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے : جس میں ابراہیم علیہ السلام دُعا فرماتے ہیں :-

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ	ہم کو حج کے طریقے بتلا دے اور

عَلَيْنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ — ہمارے قصور معاف کر دے۔
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ — بے شک تو بڑا معاف کرنے
(پ ۱ : ع ۱۵) — والا ہے !

آں کہ شانِ اوست یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیْد
از رسالت حلقہ گردِ ما کشید صـ۱۱۶

ترجمہ :- "جس خدا کی شان یہ ہے کہ "جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے" اُس نے رسالت کے ذریعے ہمارے گرد (شریعت کا) حلقہ کھینچ دیا (کہ اِس سے باہر تم نہیں جا سکتے)"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ — اور ہم نے قرآنِ مجید کو اسی طرح اُتارا
بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ — کھلی کھلی آیتیں! اور اللہ تعالےٰ جس
مَنْ يُّرِيْدُ ۝ (پ ۱۷ : ع ۹) — کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے!

قلبِ مومن را کتابش قوّت است
حکمتش حبل الورید ملّت است ص۱۱۷

ترجمہ: "نبی کریمؐ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن مجید) قلبِ مومن کے لئے بہت بڑی طاقت ہے، اور اُس کی حکمت اُمّتِ مسلمہ کے لئے شاہ رگ کا حکم رکھتی ہے۔"

اصطلاحاتِ قرآنی میں جہاں کہیں "کتاب" اور "حکمت" کے الفاظ آئے ہیں، وہاں کتاب سے مراد ہمیشہ قرآنِ حکیم ہے، اور "حکمت" سے مراد احادیثِ نبویؐ جو بہترین صورت میں تفسیرِ قرآن کا حکم رکھتی ہیں۔ بطورِ مثال:-

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی	وہی خدا ہے جس نے عرب کے اَن
الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ	پڑھ لوگوں کی طرف انہی میں سے
یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ	ایک پیغمبر بھیجا۔ وہ ان کو اللہ تعالےٰ کی آیتیں
وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ	پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کو (شرک و کفر کی
الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَ	گندگی سے) پاک کرتا ہے۔ وہ پیغمبرؐ
اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ	ان کو اللہ تعالےٰ کی کتاب (قرآن مجید)

ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ٥ (پ ۲۸ : ع ۱۱) | اور حکمت کی باتیں (احادیث) سکھاتا ہے۔ اور پیشتر ازیں تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

زندہ ہر کثرت ز بندِ وحدت است
وحدتِ مسلم ز دینِ فطرت است ص ۱۱۷

ترجمہ:۔ "ہر کثرت ایک نظامِ وحدت سے زندہ ہے، اور مسلمان قوم کی وحدت دینِ فطرت (اسلام) سے ہے۔"

"دینِ فطرت" وہی پیدائشی اور ازلی دینِ حق ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ میں فرمایا:۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ | ایک طرف کا ہو کر اپنا منہ دینِ
حَنِیْفًا ط فِطْرَتَ اللّٰهِ | حق کی طرف قائم رکھ۔ اُس دین پر
الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا | جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا
لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط | کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانونِ
ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ | خلقت و پیدائش بدل نہیں سکتا
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ | یہ دینِ فطرت ہی صحیح دین ہے لیکن

لَا یَعْلَمُوْنَ (پ۲۱ : ع۶)   اکثر لوگ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد   ص۱۱۸

ترجمہ: "پس خدا نے ہم پر شریعت ختم کر دی، اور رسولِ کریم پر رسالت کا دروازہ بند کر دیا"

اُمتِ محمدیہ کے ساتھ شریعت کا ختم ہو جانا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ اسلام کے بعد اور کوئی دستورِ شرعی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل نہیں ہو گا، کیونکہ اُس نے قرآن مجید میں صریحاً فرما دیا ہے:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ : ع)

آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا، اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں، اور تمہارے لئے دینِ اسلام پر رضامند ہو گیا۔

چنانچہ جس طرح شریعت کا خاتمہ ہو لیا، اسی طرح "نبوت"

بھی آنحضرتؐ کی ذاتِ بابرکات پہ ہر جہت سے ختم ہو چکی، جیسا کہ فرمایا :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اور پیغمبروں کا ختم کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے!

(پ ۲۲ : ع ۲)

خدمتِ ساقی گری با ما گذاشت
داد مارا آخریں جامے کہ داشت ص ۱۱۸

ترجمہ :- رسولِ کریمؐ کے پاس جو آخری جام تھا وہ ہمارے سپرد کر دیا اور اس طرح ساقی گری کی خدمت بھی ہمیں سونپ دی "

"آخری جام" سے مراد ہے قرآنِ مجید۔ یہ جام مئے توحید و معرفت سے اس حد تک لبریز ہے کہ اس میں کسی ایک قطرے کی بھی گنجائش نہیں، کیونکہ حسبِ آیۂ مذکورہ قرآنِ مجید کے ذریعہ دینِ حق

"اکمل" ہو چکا، اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا انسانیت پر "اتمام" ہو لیا۔
اور اسلام تمام سابقہ ادیان کا ناسخ قرار پا چکا۔ اِسی حقیقت کی جانب
اُردو کلام میں بھی اشارہ فرمایا :-

بے خبر تو جوہرِ آئینۂ ایّام ہے !
تو زمانے میں خدا کا "آخری پیغام" ہے !

"لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" ز احسانِ خداست
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفےٰ است ص۱۱۸

ترجمہ :- رسولِ کریمؐ کا یہ ارشاد کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ "میرے بعد کوئی نبی
نہیں آئے گا" ہم پر خدا کا ایک بہت بڑا احسان ہے۔ یہ حدیث
دینِ مصطفےٰ (اسلام) کے لئے باعثِ عزّت و توقیر ہے"۔

اس حدیث کا عملی مفاد یہ ہے کہ مسلمان بھی "لَا قَوْمَ بَعْدِیْ"
کا نعرہ لگاتا ہے :-

دل ز غیر اللہ مسلماں بر کند
نعرۂ لَا قَوْمَ بَعْدِیْ می زند

ترجمہ :" مسلمان اپنا دل غیر اللہ سے اُٹھا لیتا ہے، اور دنیا میں یہ اعلان
حق کرتا ہے کہ لَا قَوْمَ بَعْدِیْ یعنی میری قوم کے بعد دنیا میں اور
کوئی قوم نہیں ہوگی "

اُمّتے از گرمیِ حق سینہ تاب
ذرّہ اش شمعِ حریمِ آفتاب
مرسلان و انبیا آبائے او
اَکْرَمِ او نزدِ حق اتقائے او   صنہ ۱۲

ترجمہ :- اُمّتِ محمدیہ ایک ایسی امّت ہے جس کا سینہ سوزِ حق سے
گرم و روشن ہے۔ اس امّت کا ہر ذرّہ حریمِ آفتاب کے لئے بھی
شمع کا حکم رکھتا ہے۔ اِس امّت کے آباواجداد خدا کے برگزیدہ
رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اِس امّت کے معزز ترین لوگ وہ
ہیں، جو سب سے زیادہ نیک و پرہیزگار ہیں "

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط (پ ۲۶ : ع ۱۴) — اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں وہی زیادہ عزت والا ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے

کُلّ مُؤمِنْ اِخْوَۃٌ اندر دلش
حرّیت سرمایۂ آب و گلش ص۱۲۱

ترجمہ:۔ "اس اُمّت کے دل میں یہ اصولِ مساوات جاگزیں ہوچکا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں! اور حرّیت (جذبۂ آزادی) اس اُمّت کے خمیر میں موجود ہے"۔

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (پ۲۶: ع۱۳)	مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ لہٰذا جب دو مسلمان بھائی آپس میں جھگڑیں تو اُن کی صلح صفائی کرادو اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو تاکہ وہ تم پر رحم و کرم فرمادے۔

ہمچو سرو آزاد فرزندانِ او
پختہ از قالوا بلیٰ پیمانِ او ص۱۲۱

ترجمہ:۔ اِس اُمّت کے فرزند سرو کی مانند آزاد ہیں، اور اُن کا پیمانِ توحید

"قَالُوْا بَلیٰ" سے روزِ ازل ہی پختہ ہو چکا ہے۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلیٰ (پ۹ : ع۱۱) (خدا نے روزِ ازل رُوحوں سے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا بے شک، تو ہی ہے!

گفت قاضی فِی الْقِصَاص آمد حیٰوۃ
زندگی گیرد بایں قانون ثبات صفحہ ۱۲۴

ترجمہ:- قاضی نے کہا کہ ازروئے قرآن انتقام لینے ہی میں رازِ حیات مخفی ہے، اور زندگی اِس قانون سے ثبات و استقلال حاصل کرتی ہے۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:-

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (پ۲ : ع۷) (عقلمندو! قصاص کا قاعدہ تمہارے لئے زندگی ہے تاکہ تم (خونریزی سے) بچو[۱]۔

[۱] نقصانِ جان و مال کا مساوی انتقام لینے سے خونریزی کے امکانات بڑی حد تک ختم ہو جاتے ہیں۔

مدّعی را تابِ خاموشی نماند
آیۂ بالعدل والاحسان خواند ص۱۲۴

ترجمہ :- یہ سُن کر مدعی کو تابِ خاموشی نہ رہی اور اُس نے فوراً یہ آیۂ شریفہ پڑھی :-

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ
وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ
ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ
الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ
یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ
تَذَکَّرُوْنَ (پ۱۴ : ع۱۹)

اللہ تعالیٰ تمہیں راہِ اعتدال پر چلنے
اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے وہ
فرماتا ہے کہ رشتہ داروں کی امداد
کرو، بے حیائی اور بُرے کاموں سے
باز رہو، اور ظلم سے بچو تا کہ اِس نصیحت
پر عمل پیرا ہو کر تم نارِ دوزخ سے بچ جاؤ

عنوان "مساواتِ اسلامیہ" کے تحت علامہ اقبالؒ نے ایک حکایت نظم کی ہے کہ اقلیمِ خجند میں ایک ماہرِ فن معمار تھا۔ سلطان مراد نے اُس کو ایک عالیشان مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ مسجد بن چکی تو وہ بادشاہ کو ناپسند ہوئی اور اُس نے غضبناک ہو کر معمار کا ہاتھ کٹوا دیا۔ معمار نے پیشِ قاضی فریاد کی اور سلطان مراد کو بحیثیت مجرم بلوا

بھیجا۔ قرآن کے قانونِ انتقام کے تحت بادشاہ اپنا ہاتھ کٹوانے پر آمادہ ہو گیا۔ مگر معمار نے مذکورہ بالا آیۂ شریفہ پڑھ کر بطورِ "احسان" اُس کو معاف کر دیا۔ اور حاصلِ کلام یہ ہُوا کہ:۔

پیشِ قرآں بندہ و مولا یکے است
بوریا و مسندِ دیبا یکے است!

ترجمہ: "قرآن کے حضور غلام اور آقا ایک ہی درجہ رکھتے ہیں، اور یہاں بوریا (مراد فقر)، اور ریشم کی مسند (مراد سرمایہ داری) بالکل مساوی ہیں۔"

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیٔ ذِبحٍ عظیم آمد پسر — ص۱۲۶

ترجمہ: "سبحان اللہ! حضرتِ حسینؓ کے پدرِ محترم تو گویا بسم اللہ کی "ب" (دنیا و دین) ہیں۔ اور پسر بذاتِ خود "ذِبحِ عظیم" کی ایک عملی تفسیر۔"

مصرعِ اوّل میں حضرتِ علیؓ کے اِس اِرشاد کی جانب اشارہ

کیا گیا ہے کہ: اَنَا نُقْطَۃٌ تَحْتَ بَائِے بِسْمِ اللہ یعنی میں بسم اللہ کی ب کے نیچے نقطہ کی حیثیت رکھتا ہوں مطلب یہ کہ حکمتِ قرآن اور معارفِ اسلامیہ میری ذات میں مرکوز ہیں۔ اس دعوٰی کی تصدیق ایک حدیثِ نبویؐ سے بھی ہوتی ہے، جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا " میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس شہر کا دروازہ ہے"۔ مصرعِ دوم میں آیۂ شریفہ :- وَفَدَیْنٰاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں " ذبحِ عظیم " کا عمل گو حضرتِ اسمٰعیلؑ سے متعلق ہے، تاہم علّامہ مرحوم اس واقعہ سے یہ حکیمانہ نکتہ پیدا کر رہے ہیں کہ حضرتِ اسمٰعیلؑ تو ذبح ہوتے ہوتے بھی بچ گئے۔ لیکن امام حسین علیہ السّلام نے راہِ حق میں عملاً ذبح ہو کر آیۂ "ذبحِ عظیم" کی بہترین تفسیر دنیا والوں کے سامنے پیش کی۔ ایک اُردو شعر میں بھی اسی مفہوم کو ادا فرمایا ہے :-

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل
دوشِ ختم المرسلیں نِعمَ الجمَل ص ۱۲۶

ترجمہ:۔ "اس بہترین امت کے شہزادۂ بے عدیل (حضرتِ حسینؑ) کے لئے دوشِ رسولؐ نے بھی اونٹ کا کام دیا"

اس شعر میں مندرجہ ذیل حدیث کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

نِعمَ الجَمَلِ جَملُکُمَا وَنِعمَ العَدلانِ اَنتُمَا ط
بہترین اونٹ تم دونوں (حسنؓ اور حسینؓ) کا اونٹ ہے، اور بہترین منصف و نیکو کار تم دونوں ہو گے!

حسنینؓ سے چونکہ آنحضرتؐ کو بے انتہا محبت تھی، لہٰذا بچپن میں انہیں اپنے کاندھوں پر سوار فرما لیتے اور اسی حالت میں نماز بھی ادا فرماتے۔ میر انیسؔ نے اسی واقعہ کے تحت یہ شعر لکھا ہے:۔

جب روٹھتے ہیں آپ تو مشکل سے منتے ہیں
لیجے سوار ہو جیئے ہم اونٹ بنتے ہیں

درمیانِ امت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قُل ھُوَ اللہ در کتاب ص۱۲۷

ترجمہ: "امتِ محمدیہ کے درمیان جنابِ حسینؓ کی ذاتِ گرامی یوں ہے
جیسے قرآنِ مجید میں قُل ھُوَ اللہ (یعنی سورۂ اخلاص کہ اپنی
فضیلت کے لحاظ سے ثلث قرآن کا حکم رکھتی ہے)

حسبِ ارشادِ نبویؐ و حسبِ تفاسیرِ صحیحہ سورۂ اخلاص قرآنِ مجید کا
دل ہے، کیونکہ اس میں توحیدِ باری تعالیٰ کو نہایت جامع طور پر بیان
کیا گیا ہے، اور توحید ہی حاصلِ قرآن و روحِ اسلام ہے!

جلوۂ او قدسیاں را سینہ سوز
بود اندر آب و گل آدم ہنوز ص۱۳۰

ترجمہ:- "رسولِ کریمؐ کا جلوہ اُس وقت بھی فرشتوں کے سینے میں سوز
پیدا کر رہا تھا جبکہ آدم ہنوز آب و گل میں تھا (یعنی ظہور پذیر نہیں ہوا
تھا)"

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل ارشادِ نبویؐ کی جانب:

كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمَ	مجھے نبوّت اُس وقت تفویض کر دی
بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ	گئی تھی جبکہ آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان[1] تھا

آنکہ در قرآں خدا اوراستود
آنکہ حفظِ جانِ اوموعود بود ص۱۳۱

ترجمہ:- "وہ ہستی مقدّس کہ جس کی تعریف اللہ تعالےٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد جگہ کی، اور وہ پیغمبرِ ذی شان جس کی حفاظتِ جان کا خدا نے وعدہ فرمایا تھا۔"

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب:-

يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا	اے پیغمبر! جو کچھ (قرآن مجید) تیری
أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط	جانب نازل کیا گیا ہے، نوعِ انسانی
وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا	میں اُس کی تبلیغ کر۔ اگر تو یہ فریضۂ تبلیغ
بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ	ادا نہ کرے تو گویا تو نے اللہ تعالیٰ کا

---

[1] یعنی آدم ہنوز تخلیق کے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا۔ ابھی اُس کا خمیر گوندھا جا رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے نبوّت عطا فرمائی۔

يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ	پیغام (بالکل) نہیں پہنچایا! اللہ تعالےٰ
إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي	(وعدہ فرماتا ہے کہ وہ) تجھ کو انسانوں
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝	(کے کفر و شر) سے محفوظ رکھے گا کیونکہ
(پ ۶ : ع ۱۴)	وہ کفار کو (بُرے راہوں میں) راہِ راست
	کبھی نہیں دکھاتا ۔

تا وطن را شمعِ محفل ساختند
نوعِ انساں را قبائل ساختند
جنّتے جستند در بئس القرار
تا اَحَلُّوا قَومَهُم دَارَ الْبَوَار ۔ ص ۱۳۲

ترجمہ :۔ "جب سے مسلمانوں نے وطن کو شمعِ محفل بنا لیا تب سے نوعِ انسانی کے بے شمار قبیلے بنا دئے ۔ انہوں نے ایک نہایت مغضوب و مذموم جگہ میں جنّت کی تلاش کی حتّٰی کہ اُن کی قوم ہلاکت کے گھر میں جا پڑی ۔"

علّامہ اقبالؔ کے نزدیک مسلمانوں کے لئے "وطن" کا تصوّر کفر کے

مرادف ہے اور وہ اسے وحدتِ ملی کے لئے مقراض سمجھتے ہیں۔
مندرجہ بالا اشعار "وطنیت" کی تردید میں کہے گئے ہیں اور دوسرے شعر میں اشارہ ہے اس آیۂ قرآنی کی جانب :-

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ	کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا
بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ	جنہوں نے اللہ تعالٰی کے احسانات
کُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ	کے بدلے ناشکری کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ
دَارَ الْبَوَارِ جَھَنَّمَ	اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں لے جا
یَصْلَوْنَھَا وَبِئْسَ	اُتارا۔ (وہ تباہی کا گھر کیا ہے؟)
الْقَرَارُ ہ (پ۱۳ : ع۱)	جہنّم! وہ اُس میں اتریں گے اور نہایت بُرا ٹھکانا ہے

گرچہ ملّت ہم بمیرد مثلِ فرد
از اجل فرماں پذیرد مثلِ فرد
اُمّتِ مسلم ز آیاتِ خداست
اصلش از ہنگامۂ قالوا بلیٰ ست
از اجل ایں قوم بے پرواستے

استوار از نَحنُ نَزَّلنا ستے
ذکر قائم از قیامِ ذاکر است
از دوامِ او دوامِ ذاکر است
تا خدا "اَن یُّطفِئُوا" فرمودہ است
از فسردن ایں چراغ آسودہ است ص ۱۳۷

ترجمہ:- "اگرچہ ایک قوم بھی فرد کی طرح ایک نہ ایک دن مرتی ہے اور اسے بھی موت کا حکم ماننا پڑتا ہے تاہم امّتِ محمدیہ اِس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ یہ اُمت آیاتِ خداوندی سے ہے اور اس کی بنیاد میں ہنگامہ قالوا بلیٰ (جذبۂ توحید و صداقت) مخفی ہے۔ یہ قوم موت سے بے نیاز ہے اور اس کا استحکام اللہ تعالےٰ کے اس وعدے سے ثابت ہے کہ "ہمیں نے قرآن مجید نازل کیا اور ہمیں اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں"۔ چنانچہ ذکر (قرآن مجید) کا قیام اپنے ذاکر (مسلمان) کے قیام ہی سے وابستہ ہے، اور اُس کا دوام بھی ذاکر ہی کے دوام پر منحصر ہے پس ہم مطمئن ہیں کہ جب سے اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ "کفار نورِ الٰہی (قرآن) کو اپنی پھونکوں سے ہرگز نہیں

بجھا سکیں گے۔" یہ چراغِ ہدایت بجھنے سے بالکل محفوظ ہے!

پہلے شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ	ہر قوم کے لئے موت کا ایک وقت
فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ	متعیّن ہے پس جب اُس کا
لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً	وقتِ موت آ پہنچا تو نہ ایک
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ٥	گھڑی پیچھے ہو سکے گی اور نہ آگے۔

(پ ۸ : ع ۱۱)

دوسرے شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ	(روزِ ازل اللہ تعالیٰ نے روحوں سے پوچھا)
قَالُوْا بَلٰى ط	کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں! انہوں نے
(پ ۹ : ع ۱۱)	کہا بیشک تو ہی ہمارا پروردگار ہے!

تیسرے شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ	بیشک، قرآنِ مجید ہم ہی نے اتارا
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥	اور ہم ہی (تا قیامت) اِس کے محافظ و
(پ ۱۴ : ع ۱)	نگہبان ہیں!

پانچویں شعر میں مندرجۂ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (پ۲۸ : ع۹)

کفار چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ تعالےٰ کے نور (قرآنِ مجید) کو بجھا دیں۔ اور اللہ تعالےٰ تو اپنا نور تمام کر کے رہے گا گو کافروں کو یہ چیز ناگوار گذرے۔ وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کو ہدایت (قرآن) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا تا کہ اُس کو تمام سابقہ دینوں پر غالب کر دے گو مشرکوں کو یہ عمل شاق گذرے!

حرفِ او را "رَیب" نے "تبدیل" نے
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے ص۱۴۰

ترجمہ:۔ قرآنِ مجید کے الفاظ میں نہ تو کوئی شک و شبہ ہے اور نہ کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش۔ اُس کی آیات کسی لحاظ سے بھی شرمندۂ

تاویل نہیں ہیں (یعنی ہر آیت کا ایک مخصوص اور معین مفہوم ہے جس میں تغیّر و تبدّل کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں)"

اس شعر کے مصرعِ اوّل میں دو مختلف آیات کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ لفظ "ریب" سے اشارہ کیا گیا ہے اس آیہ شریفہ کی جانب :-

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ	اِس کتاب (قرآنِ مجید) کے صحیح و
فِيْهِ هُدًى	صادق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ
لِّلْمُتَّقِيْنَ (پ ۱ : ع ۱)	باعثِ ہدایت ہے پرہیزگار لوگوں کیلئے!

اِسی طرح لفظِ "تبدیل" سے اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ	اللہ تعالےٰ کی باتیں (آیاتِ قرآنی)
اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ	بدل نہیں سکتیں۔ یہ (کلامِ الٰہی کی)
الْعَظِيْمُ (پ : ع ۱۲)	بہت بڑی کامیابی ہے!

آنکہ دوشِ کوہ بارش برنتافت
سطوتِ او زہرۂ گردوں شگافت ص ۱۴۱
بنگر آں سرمایۂ آمالِ ما
گنجد اندر سینۂ اطفالِ ما

ترجمہ :- وہ قرآن مجید جس کا بوجھ پہاڑوں کے کاندھے بھی نہ اٹھا سکے، اور جس کی عظمت وسطوت سے آسمان کے زہرہ میں بھی سوراخ پڑ گئے، وہی قرآن، ہمارا وہی سرمایۂ تمنا و آرزو، ہمارے بچوں کے سینے میں بے تکلف سما جاتا ہے "

پہلے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ	ہم نے اپنی امانت (قرآن مجید)
عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے
وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ	سامنے پیش کی مگر انھوں نے اسے
اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ	اٹھانے سے انکار کر دیا اور اتنی بڑی
مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط	ذمہ داری سے ڈر گئے۔ آخر کار انسان
اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا	نے اسے اٹھا لیا بیشک انسان نے

جَھُوْلًاo ـــ اُسے اٹھا لیا بیشک انسان نے بڑا ظلم
(پ۲۲ : ع۶) ـــ کیا، نادانی کی (کیونکہ وہ اِس کا حقِ
اطاعت ادا کرنے سے قاصر ہے)"

ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست
اعتصامش کُن کہ حَبْلُ اللہ اوست ـــ ص۱۴۵

ترجمہ :۔ "ہم سب خاک ہیں، اور ہمارے جسمِ خاکی میں دلِ زندہ و آگاہ فقط قرآن ہے۔ اے مسلمان! اِس قرآن کو مضبوطی سے پکڑ، کیونکہ یہی خدا کی رسّی ہے (جو طوفانِ باطل میں ہمیں ہلاکت سے بچاتی ہے)"

اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ ـــ سب کے سب مل کر اللہ کی رسّی
جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ـــ (قرآنِ مجید) کو مضبوطی
(پ : ع) ـــ سے پکڑ لو۔ اور تفرقہ مت پیدا کرو۔

اے گرفتارِ رسوم ایمانِ تو
شیوہ ہائے کافری زندانِ تو
قطع کردی امرِ خود را در زُبُر
جادہ پیمائی اِلیٰ شیءٍ نُکُر ص ۱۴۷

ترجمہ:"اے مسلمان! آج تیرا ایمان گرفتارِ رسوم ہو چکا ہے، اور تو کفار کے تمدّن میں قید ہو رہا ہے، تو نے فرقہ بندی سے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ہیں، اور ایک ایسا راستہ طے کر رہا ہے جس کی منزل موہوم اور غیر مرئی ہے"!

دوسرے شعر کے ہر دو مصرعوں میں دو مختلف آیات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ مصرع اوّل میں اشارہ ہے اس آیۂ شریفہ کی جانب:۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا (پ ۱۸: ع) — پھر ان لوگوں نے آپس میں نفاق پیدا کر کے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

مصرع دوم میں اشارہ کیا گیا ہے اِس آیۂ شریفہ کی جانب:۔

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ خُشَّعًا — جس دن بلانے والا (فرشتہ اسرافیل) اُن کو اِسی چیز (روزِ حشر)

اَبْصَارُھُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاَنَّھُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ (پ ۲۷ ؛ ع ۶)

کی طرف بلائے گا جو آج دیکھنے میں نہیں آتی۔ یہ آنکھیں نیچی کئے ہوئے قبروں سے اس طرح نکل پڑیں گے جیسے ٹڈیاں بکھر جائیں۔

قدرت اندر علمِ او پیدا ستے
ہم عصا و ہم یدِ بیضا ستے ص ۱۴۶

ترجمہ:۔ "قدرت کی روحانی اور جسمانی قوتیں شریعت کے علم میں نمایاں ہیں۔ اِس میں "عصا" بھی ہے اور "یدِ بیضا" بھی (سیاسی قوت بھی ہے اور دین بھی)"۔

اِس شعر میں حضرتِ موسیٰؑ کے دو عظیم الشان معجزات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، اور علامہ اقبالؔ فرماتے ہیں کہ شریعت اِن ہر دو قوتوں کی حامل ہے!

خوش نوائے نغمہ سازِ قُم زد است
زخمۂ معنی بر ابریشم زد است
تا کشد خار از کفِ پا رہ سپر
می شود پوشیدہ محمل از نظر
گر بقدر یک نفس غافل شدی
دور صد فرسنگ از منزل شدی ص ۱۶۱

ترجمہ:۔ "سازِ قُم نے ایک نہایت دلپذیر نغمہ پیدا کیا ہے، اور معنی کی مضراب تارِ حقیقت پر لگائی ہے۔ جب تک مسافر اپنے تلوے سے کانٹا نکالتا ہے، محمل نظر سے پوشیدہ بھی ہو جاتا ہے۔ اگر تو ایک سانس کے لئے بھی مقصد سے غافل ہوا تو سمجھو کہ منزل سے سو فرسنگ پرے جا پڑا۔"

دوسرے شعر میں ملک قمی کے مندرجہ ذیل شعر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

می ندانی آیۂ اُمّ الکتاب
اُمّتِ عادل ترا آمد خطاب
آب و تابِ چہرۂ ایّام تو!
در جہاں شاہد علی الاقوام تو! ص ۱۶۲

ترجمہ:۔ "کیا تو امّ الکتاب (قرآنِ مجید) کی اُس آیۂ شریفہ کو نہیں جانتا جس میں تجھے "امّتِ عادل" کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ اے مسلمان! چہرۂ ایّام کا حسن و جمال تو ہے، اور دنیا میں اقوام کے (بُرے بھلے) اعمال پر گواہی دینے والا تو ہی ہے!"

اِن ہر دو اشعار میں "امّتِ عادل" اور "شاہد علی الاقوام" کی تراکیب سے اشارہ کیا جا رہا ہے مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ	اور اِسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی
اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا	اُمت بنایا جو (افراط و تفریط سے
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ	محترز رہ کر) راہِ اعتدال پر گامزن
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ	ہے۔ یہ اِس لئے کہ تم دوسرے لوگوں
شَهِيْدًا (پ۲ : عٓ۱)	(قوموں) پر (قیامت کے دن) گواہ بنو اور
	پیغمبر خود تمہارے اعمال پر گواہ ہو!

نکتہ سنجاں را صلائے عام دِہ
از علومِ اُمّیئے پیغام دہ
اُمّیئے پاک از ھوَیٰ گفتارِ او
شرحِ رمزِ مَاغَوَیٰ گفتارِ او صـــ۱۶۲

ترجمہ:۔ اے مسلمان! نکتہ شناس اور صاحبِ شعور لوگوں کو دینِ حق کی جانب دعوتِ عام دے، اور ایک اُمّی نبیؐ کے علوم سے جاہل انسانیت کے دل و دماغ کو سیراب کر۔ وہ اُمّی جس کی گفتار ذاتی خواہشات سے بالکل پاک ہے، اور جس کا کلام رمزِ مَاغَوَیٰ (راہِ راست سے نہ بھٹکا) کی بہترین شرح ہے۔

دوسرے شعر کے ہر دو مصرعوں میں دو مختلف آیات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ مصرعِ اوّل میں اشارہ ہے اِس آیۂ شریفہ کی جانب:۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَیٰ ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰ ○ (پ۲۷: ع۵) ہمارا نبیؐ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا۔ اُس کی جو بات ہے وہ دراصل وحی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے:

مصرعِ دوم میں اشارہ ہے اِس آیۂ شریفہ کی جانب:۔

مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰی ۱۸؎ (پ ۲۷ : ع ۵)
تمہارا ساتھی (نبیِ کریمؐ) نہ تو بھکا ہے اور نہ (راہِ راست سے) بھٹکا ہے۔

جلوہ در تاریکیٔ ایّام کُن!
آنچہ بر تو کامل آمد عام کُن! ص ۱۶۳

ترجمہ:۔ "اے مسلمان! اس تاریک دور میں اپنی رُوحانی تجلّیات ہر جانب بکھیر دے، اور جو چیز تیری طرف "کامل" ہو کر آئی، اُسے نوعِ انسانی کے لئے عام کر دے۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ ، ع)
اے مسلمانو! آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے (ہر جہت سے) مکمل کر دیا اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں، اور تمہاری ہدایت و نجات کے لئے دینِ اسلام پر تم سے رضامند ہو گیا!

تو کہ مقصودِ خطابِ اُنظُری
پس چرا ایں راہ چوں کوراں بری ؟ ص۱۶۷

ترجمہ :۔ "اے مسلمان! تو کہ خطابِ اُنظُرِی (کائنات کا بغور مشاہدہ کر) کا حقیقی مرجع و مقصد ہے، زندگی کا راستہ اندھوں کی مانند کیوں طے کرتا ہے؟"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :۔

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ	کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ
کَیْفَ خُلِقَتْ o وَاِلَی	کیسی (عجیب) ساخت میں پیدا کیا
السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ o	گیا ہے اور آسمان کو کیسا اونچا رکھا
وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ	گیا ہے اور پہاڑوں کو کہ کیونکر زمین
وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ	میں گاڑے گئے ہیں اور زمین کو کہ کیونکر
سُطِحَتْ o (پ ۳۰ : ع ۱۳)	بچھائی گئی ہے!

علمِ اسما اعتبارِ آدم است
حکمتِ اشیا حصارِ آدم است ص۱۶۸

ترجمہ :۔ "اشیائے کائنات کے ناموں کا علم ہی بنی آدم کے لئے عزّت و امتیاز کا باعث ہے، اور تخلیقِ اشیاء کی حکمت و علت دریافت کرنا انسان کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے (جس کے اندر وہ گمراہ کن عقائد سے محفوظ رہتا ہے)"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (پ۱ : ع۴) اور ہم نے اشیائے کائنات کے تمام نام آدم کو سکھا دیئے۔

پوشش عریانیٔ مرداں زن است
حُسن دلجو عشق را پیراہن است ص ۱۷۳

ترجمہ :۔ "مردوں کی عُریانی (مراد عملی کمزوری اور بے راہ روی) کا لباس (پردہ پوش)، اُن کی بیویاں ہیں۔ لہٰذا حُسن دلجُو گویا عشق کے لئے اُس پوشاک کا حکم رکھتا ہے، جس کے اندر مرد کے معائب چھپ جاتے ہیں"

اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمۡ وَاَنۡتُمۡ عورتیں تمہارے لئے لباس کا

لِبَاسٌ لَّهُنَّ (پ ۲: ع) حکم رکھتی ہیں، اور تم اُن کے لئے!

آنکہ ناز د بر وجودش کائنات
ذکرِ او فرمود با طیب و صلوٰۃ ۱۷۴ ص

ترجمہ:۔ "اُس ہستیِ مقدس (رسول کریمؐ) نے جس کے وجود پر تمام کائنات کو ناز ہے، عورت کا تذکرہ نماز اور خوشبو کے ساتھ کیا ہے۔"

اصل حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

حُبِّبَ اِلَیَّ الطِّیْبُ — مجھے خوشبو اور عورت محبوب ہے اور
وَالنِّسَاءِ وَجُعِلَتْ — میری آنکھوں کی ٹھنڈک صرف نماز
قُرَّۃَ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ — میں ہے!

گفت آں مقصودِ حرفِ کُن فکاں
زیرِ پائے اُمّہات آمد جناں ۱۷۴ ص

ترجمہ:۔ "رسولِ کریمؐ نے، جو تخلیقِ کائنات کا حقیقی مقصد تھے، فرمایا ہے کہ جنّت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے۔"

اصل حدیث کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں :-

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّھَاتِکُمْ۔ جنّت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے!

مراد یہ کہ جسے جنّت کی آرزو ہو، وہ ماں کی فرمانبرداری کرے اور ہر ممکن خدمت سے اُس کو خوش کرے!

متعدد آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ کی رو سے ماں کے حقوق باپ سے بھی بدرجہا زیادہ ہیں، اور اُس کے جائز احکام پر "اُف" تک کہنا ممنوع ہے!

بانوے آں تاجدارِ ھَلْ اَتیٰ
مرتضےٰ مشکل کُشا شیرِ خدا ص۱۷۷

ترجمہ :- "بی بی فاطمہؓ کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ شیرِ خدا علیِ مرتضےٰ کی زوجۂ مطہرہ ہیں۔ وہ علیؓ جنہیں "ھَلْ اَتیٰ" کا تاج پہنایا گیا"

شیعیانِ کرام کے نزدیک قرآنِ مجید کی بہت سی آیات حضرت علیؓ

کی صفاتِ حمیدہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں منجملہ اُن کے سورۂ دھر کی چند آیات بھی ہیں۔ یہ سورۂ شریفہ چونکہ ھَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ الخ کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے، لہٰذا علامہ مرحوم نے بطورِ تلمیح "تاجدارِ ھَلْ اَتیٰ" کی ترکیب کو کافی سمجھا۔ بسندِ تفسیرِ کشّاف سورہ دھر کی جو آیات خصوصاً حضرتِ علیؓ کے جذبۂ اخلاص و سخا کی نسبت نازل ہوئیں، وہ درج ذیل ہیں:-

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ	اور وہ صرف اللہ تعالےٰ کی محبت
عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا	کی بنا پر (بلا غرض) مسکین، یتیم
وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○	اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور
اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ	(کہتے ہیں) ہم تم کو فقط رضائے الٰہی
اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ	کے لئے کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے
جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○	نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ
(پ ۲۹ : ع ۱۹)	شکر گذاری!

اِس ضمن میں حضرتِ علیؓ کی خداترسی، غریب پروری اور اخلاصِ نیّت سے کس کو انکار کی مجال ہے۔ حد یہ ہے کہ جب ایک فاقہ کش

مسکین نے حضرتِ علیؓ سے عمدہ کھانا پاکر "شکریہ" کے رسمی الفاظ استعمال کئے تو آنجناب نے فرمایا "میرا شکریہ ادا کر کے اللہ کے نزدیک میرا اجر ضائع مت کرو۔ شکریہ صرف اُس رزّاقِ مطلق کا ادا کرو جو تمام مخلوق کے رزق کا کفیل ہے۔ ہم لوگ تو فقط تقسیم کنندۂ رزق ہیں اور بس"۔

مزید برآں سیرتِ حضرت علیؓ میں مرقوم ہے کہ آنجناب رات کو روٹیاں کمر سے باندھ کر گلی کوچوں میں محتاجوں کو تلاش کر کے دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد بہت سے مجبور و اپاہج لوگوں نے کہا کہ "نہ معلوم چند روز سے ہماری خبر لینے والا کہاں چلا گیا ہے"!

ایک اور روایت کی رو سے مسلسل تین روز تک مع عیال و اطفال فاقہ کش رہے، لیکن "یتیم و مسکین و اسیر" کو سیر کرتے رہے!

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آں کارواں سالارِ عشق ص ۱۷۱

ترجمہ:۔ بی بی فاطمہؓ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ اُس پرکارِ عشق کے نقطۂ مرکز اور کاروانِ عشق کے سالارِ اعلےٰ (حضرت حسین علیہ السلام)

کی والدہ محترمہ ہیں"۔

بہرِ محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودے چادرِ خود را فروخت ص۱۷۸

ترجمہ:۔ "ایک محتاج کی زبوں حالی کو دیکھ کر سیدۃ النساء بی بی فاطمہؓ کے دل میں اس قدر رقت پیدا ہوئی کہ اُس کی حاجت روائی کے لئے انہوں نے اپنی چادرِ مبارک ایک یہودی کے ہاں فروخت کر دی"

من شبے صدّیق را دیدم بخواب
گُل ز خاکِ راہِ او چیدم بخواب
آں اٰمَنَ النَّاس بر مولائے ما
آں کلیمِ اوّلِ سینائے ما ص۱۸۱

ترجمہ:۔ "میں نے ایک رات ابوبکر صدیقؓ کو خواب میں دیکھا، اور اُن کے پائے مبارک کی خاک سے پھول چنے۔ وہ صدّیق جس نے ہمارے ہادی و مولا (محمد صلعم) پر سب سے زیادہ احسان کئے اور جو

ہمارے طور (اسلام) کا پہلا کلیم (مردِ حق گو وحق پرست) تھا"

دوسرے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے نبی کریمؐ کے اِس ارشاد کی جانب :-

اَمَنَّ النَّاسُ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْبَکْرٍ ؕ	پے درپے مالی اور جسمانی امداد دے کر تمام لوگوں میں سب سے زیادہ احسانات مجھ پر ابوبکرؓ نے کئے ہیں۔

چوں علیؓ درساز با نانِ شعیر
گردنِ مرحب شکن خیبر بگیر ص ۱۸۳

ترجمہ :" اے مسلمان! علیؓ کی مانند نانِ جویں پر قناعت کر، اور (قوّتِ ایمانی سے) مرحب کی گردن توڑ اور خیبر کو تسخیر کر"

مرحب عرب کا ایک مشہور پہلوان تھا، جسے حضرتِ علیؓ نے زیر کیا ۔ مراد یہ ہے کہ کفّار پر فتح و کامرانی کا مدار اعلیٰ اور مرغّن غذاؤں پر نہیں، بلکہ قوّتِ ایمانی پر ہے۔ یقین و ایمان رکھنے والوں نے پیٹ پر پتّھر باندھ کر بھی ایسی ایسی فتوحات حاصل کیں اور وہ وہ کارنامے دُنیا

کو دکھائے کہ آج مُرغ اور قورمہ پلاؤ کھانے والے شکم پرست مسلمان اُن کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کر رہے۔ اسی بنا پر ایک اور جگہ فرمایا :-

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوّتِ حیدری

سبحہٗ اقلِل مِن الدُّنیا شمار
از تعِش حُرّاً شوی سرمایہ دار ۱۸۴ ح

ترجمہ :- "دنیا کی تھوڑی چیز پر قناعت کر"۔ اے مسلمان! اسی قولِ فاروق رضؓ کا ورد کرتا رہ، کیونکہ اس سے تجھے ایک آزاد و مطمئن زندگی حاصل ہوگی"۔

اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے حضرتِ عمرؓ کے مندرجہ ذیل قول کی جانب :-

اَقلِلْ مِنَ الدُّنیا تَعِشْ حُرّاً ط	دنیا کے مال و متاع میں سے تھوڑی چیز حاصل کر اور ایک آزاد مرد کی طرح زندگی بسر کر!

آں نگاہش سرِّ مَازَاغَ البَصَر
سوئے قومِ خویش باز آید اگر
می شناسد شمعِ او پروانہ را
نیک داند خویش وہم بیگانہ را
"لَسْتَ مِنِّی" گویدت مولائے ما
وائے ما اے وائے ما اے وائے ما   ص ۱۸۷

ترجمہ:۔ "وہ نبیؐ جس کی نگاہ مازاغ البصر کا راز تھی، اگر آج اپنی قوم کی طرف دوبارہ آئے تو اُس کی شمع اپنے پروانوں کو فوراً پہچان لے، اور اپنے پرائے کی بخوبی تمیز کر لے۔ پھر وہ نبیؐ ہر مصنوعی مسلمان سے کہے "تو میری اُمّت میں سے نہیں ہے"۔ ایسی حالت میں افسوس ہے ہم پر، افسوس ہے ہم پر، افسوس ہے ہم پر!"

پہلے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے اِس آیۂ شریفہ کی جانب :۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ (پ ۲۷ : ع ۵)
ہمارے نبیؐ کی آنکھ (معراج میں) نہ تو چندھیائی اور نہ حد سے بڑھی

تیسرے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے میدانِ حشر کے اُس واقعہ کی

جانب جبکہ فرشتے منافقوں اور مصنوعی مسلمانوں کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔ وہ مسلمان آنحضرتؐ کی شفاعت چاہیں گے۔ فرشتے کہیں گے کہ ان لوگوں نے حضور کے دین کو حضور کے بعد مسخ و خراب کیا تھا، تو آنحضرتؐ اُن سے کہیں گے :-

لَسْتُمْ مِنْ اُمَّتِیْ	تم میری اُمت میں سے نہیں ہو
فَسُحْقًا لَّکُمْ فَسُحْقًا	لہٰذا میرے سامنے سے دفع ہو جاؤ !
لَّکُمْ !	میرے سامنے سے دفع ہو جاؤ !

فارغ از باب و ام و اعمام باش
ہمچو سلمانؓ زادۂ اسلام باش ص۱۸۸

ترجمہ :"۔ اے مسلمان! ابا، اماں اور چچا کے ایسے رشتوں سے آزاد ہو جن میں ذات پات، خاندان اور رنگ و خون کے تصوّر سے بے شمار فرقے اور قبیلے پیدا ہوں۔ وحدتِ اسلامیہ کے لئے مثلِ سلمانؓ تو صرف اسلام کا بیٹا بن۔"

سلمانؓ فارسی سے جب اُن کا شجرۂ نسب دریافت کیا گیا تو انھوں

نے جواباً فرمایا "سلمان ابنِ اسلام"!

اقبال نے مسلمانوں کے لئے رنگ و نسب کے امتیازات کی شدّت سے مذمّت کی ہے، کیونکہ ایسے عقائد و تصوّرات سے وحدتِ اسلامیہ پارہ پارہ ہو کر رہ جاتی ہے اور قوم کا اجتماعی شیرازہ قطعی طور پہ بکھر جاتا ہے۔ چنانچہ اُردو کلام میں فرمایا:-

غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اُڑنے سے پہلے پَر فشاں ہو جا

یہ ہندی وہ خراسانی، یہ تورانی وہ ایرانی
تو اے شرمندۂ ساحل، اچھل کر بے کراں ہو جا

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملّت میں گُم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر

خرقۂ لَاتَحْزَنُوْا اندر برش
اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن تاجے بر سرش ص۱۹۱

ترجمہ :۔ "نفیِ غم کا لباس اُس کے جسم پر ہے، اور فتح و کامرانی کا تاج اُس کے سر پر"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا — نہ تو سُست و مضمحل ہو اور نہ کسی قسم
وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ — کا غم کھاؤ، کیونکہ اگر تمہارا ایمان
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ — پختہ ہے تو (کفّار کے خلاف) نتیجہ کار
(پ۴ : ع۴) — فتح تمہاری ہی ہو گی!

عفو و عدل و بذل و احسانش عظیم
ہم بقہر اندر مزاجِ او کریم ص۱۹۲

ترجمہ :۔ "مومن کی بخشش انصاف، سخاوت اور احسان بہت عظیم الشان ہوا کرتے ہیں۔ وہ قہر و غضب میں بھی درحقیقت رحیم و کریم ہوا کرتا ہے"

قرآنِ مجید میں مومنوں کی صفات یہ بیان کی گئی ہیں :۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ط (پ ۲۶ : ع ۱۲) | مسلمان کفّار پر تو نہایت متشدّد اور سخت گیر ہیں، لیکن آپس میں رحیم و کریم ہیں!

بنابرایں کافر پر مومن کا تشدّد اور قہر و غضب بھی چونکہ اُس کی اصلاح و ہدایت کے لئے ہوا کرتا ہے، لہذا بقولِ اقبال اُس کا "قہر" بھی معنوی حیثیت سے لطف و کرم" کا حامل ہے۔

جاوید نامه

معارفِ جاوید نامہ

آیۂ تسخیر اندر شانِ کیست؟
ایں سپہرِ نیلگوں حیرانِ کیست؟ ص۲

ترجمہ:"اے مسلمان! خدا کی آیۂ تسخیر کس کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ نیلا آسمان کس کی خدمت کے لئے شب و روز حیران ہے؟"

مقصد یہ کہ تمام کائنات مومن ہی کی خدمت و اطاعت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ مذکورہ شعر میں "آیۂ تسخیر" سے اشارہ مقصود ہے اِس آیۂ شریفہ کی جانب:-

اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ	اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے سمندر
الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ	کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ
فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا	اُس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ تم اُس کا فضل (رزق)
تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ	ڈھونڈو اور (نعمتوں کا) شکریہ
مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي	ادا کرو۔ اور جتنی چیزیں آسمان
الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ	اور زمین میں ہیں۔ اُن سب کو اللہ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ	تعالےٰ نے تمہارا مطیع و فرمانبردار
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝	بنا دیا ہے بیشک اس میں (تسخیرِ اشیاء
(پ ۲۵ : ع ۱)	میں) غور و فکر کرنے والوں کیلئے بہت
	سی نشانیاں ہیں

رازدانِ عَلَّمَ الْاَسْمَا کہ بود؟
مستِ آں ساقی و آں صہبا کہ بود؟ ۷

ترجمہ :۔ ہم نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے ؛" اس آیۂ شریفہ کا رازدان کون تھا ؛ اُس ساقی (اللہ تعالےٰ) اور اُس شراب (مراد حکمتِ اشیاء) سے مست و بے خود کون تھا ؟

اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب :۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (پ۱ : ع۴) — اور ہم نے آدم کو تمام اشیائے کائنات کے نام سکھا دیئے۔

اے ترا تیرے کہ ما را سینہ سُفت
حرفِ "اُدۡعُوۡنِي" کہ گفت و با کہ گفت — ص۳

ترجمہ:۔ "اے کہ جس کا تیرِ عشق ہمارے سینہ میں پیوست ہو چکا ہے، حرفِ اُدۡعُوۡنِيۡ (مجھے پکارو) کس نے کہا تھا، اور کس کو مخاطب کر کے کہا تھا؟"

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجۂ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب :۔

اُدۡعُوۡنِيۡٓ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ط (پ۲۴ : ع۱۱) — مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا!

زیرِ گردوں خویش را یابم غریب
ز آنسوئے گردوں بگو "اِنِّيۡ قَرِيۡبٌ" — ص۵

ترجمہ:۔ "میں آسمان کے نیچے خود کو غریب و بے کس پاتا ہوں۔ لٰہذا یا

الہٰی بفرازِ آسمان سے بہ حیات بخش آواز دے کہ "اے بندے!
میں تجھ سے قریب ہوں۔"

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب:۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ	اے پیغمبر! جب میرے بندے تجھ
عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط	سے میرے متعلق دریافت کریں۔
اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ	(کہ میں کہاں ہوں) تو کہہ دے میں
اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا	بہت قریب ہوں جب کوئی دعا
لِیْ وَالْیُؤْمِنُوْا بِیْ	کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں
لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ	اُسے قبول کرتا ہوں پس لوگوں کو بھی
	چاہیئے کہ میرے احکام کی اطاعت کریں
(پ۲: ع)	اور مجھ پر پختہ ایمان لائیں تاکہ وہ راہِ
	راست پالیں۔

پیشِ ایں نورار بمانی استوار
حیّ و قائم چوں خدا خود را شمار صا۱۴

ترجمہ:۔ "اگر نورِ ذاتِ حق کے سامنے تو محکم و استوار رہے، اور اُس

کو کماحقہ اپنے دل میں ضبط کر لے) تو پھر اپنے آپ کو خدا ہی کی طرح ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والا سمجھ "۔

ذیل کی آیۂ شریفہ میں اللہ تعالےٰ کے دو اسماءِ الحُسنٰے مذکور ہیں :۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ :۔ اللہ تعالےٰ وہ ہے کہ نہیں کوئی معبود برحق مگر صرف اُسی کی ذات جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے!

جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر مکمل ایمان لے آئے اور اُس کے عشقِ حیات افزا میں محو و مستغرق ہو، وہ فی الواقعہ خدا ہی کی طرح غیر فانی ہو جاتا ہے :۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

چنانچہ بطورِ مثال انبیائے کرام، صدّیقین، شہدا، اولیاء اور صالحینِ امّت کے دل صحیح معنوں میں عشقِ الٰہی سے زندہ تھے، اور اس حیاتِ قلب کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ حضرات اپنے اثر و نفوذ اور قبولِ دوام کی بنا پر خدا ہی کی طرح "حیّ و قیوم" ہیں اور رہیں گے!

نکتۂ "الا بسلطان" یاد گیر
ورنہ چوں مور و ملخ در گل بمیر ص۱۵

ترجمہ:۔ قران کا نکتہ "قوت وسطوت" یاد کر ورنہ کیڑوں مکوڑوں کی طرح خاک میں فنا ہو جا"

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب:۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ	اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ!
اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ	تم سے اگر ہو سکتا ہے کہ آسمان اور
تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ	زمین کے (آخری) کناروں سے ہو کر
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ	(کہیں) نکل بھاگو (اور اللہ تعالیٰ کے
فَانْفُذُوْا ط لَا تَنْفُذُوْنَ	قبضہ واختیار سے باہر ہو جاؤ) تو اچھا
اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ط	نکل دیکھو۔ (مگر یاد رہے کہ) یہ فرار
(پ۲۷: ع۱۲)	جبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ تم میں اس قدر
	قوت وسطوت ہو (جو یقیناً نہیں ہے)

لی مع اللہ، ہر کہ او در دل نشست
آں جوانمردے طلسمِ من شکست! ص۲۲

عالمِ علوی کی سیر کرتے ہوئے روحِ زمان و مکان زروان نے مندرجہ بالا الفاظ اقبال سے کہے، جن کا ترجمہ ہے :-

"جس شخص کے دل میں بھی لِیْ مَعَ اللّٰہ کا راز بیٹھ گیا، اُسی جوانمرد نے میرے طلسمِ زمان و مکان کو توڑ دیا"

مذکورہ شعر میں اشارہ کیا گیا ہے آنحضرتؐ کے مندرجہ ذیل ارشاد کی جانب :-

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ	میرے لئے اللہ تعالےٰ کی ملاقات کرنے کا
فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ	ایک ایسا خاص وقت ہے جس میں کوئی بھی
وَلَا نَبِیٌّ مُرْسِلٌ ط	مقرب فرشتہ اور کوئی بھی رسول مجھ سے

مل نہیں سکتا؛

یہ حدیث تصورِ زمان و مکان کی بدرجۂ اتم نفی کرتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کامل عشق و اتحاد "وقت" اور "جگہ" کی مفروضہ حدود کو بالکل فنا کر دیتا ہے!

زہرہا در بادۂ گلفامِ اوست
ارّہ و کرم و صلیب انعامِ اوست   ص۵۲

ترجمہ:۔ "خدا کی بادۂ گلفام میں بھی زہر بھرا ہوا ہے۔ اور حق گوئی و حق پرستی کا انعام اُس کے نزدیک آرّہ، کیڑے اور پھانسی کی رسّی ہے۔"

ابلیس یہ گمراہ کُن اور شر انگیز الفاظ زرتشت سے کہتا ہے تاکہ اُس کی آزمائش کرے۔ مصرعِ دوم میں تین اشارے پائے جاتے ہیں۔ ۱ آرّہ کفار نے حضرتِ ذکریاؑ کے سر پر رکھ کے انہیں دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ ۲ کیڑے حضرتِ ایوبؑ کے جسم میں پڑ گئے تھے، اور ۳ (بزعمِ نصاریٰ) پھانسی پر حضرتِ عیسیٰ کو لٹکا دیا گیا تھا۔

پیروانِ حق کو دینِ حق سے برگشتہ و بدظن کرنے کے لئے بہت سے "شیاطین الانس" بھی ایسے ہی الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں۔ بہر کیف زرتشت کا جواب بھی نہایت دنداں شکن ہے اور قارئین کے لئے باعثِ تقویتِ ایمان:۔

از بلاہا پختہ تر گردد خودی
تا خدا را پردہ در گردد خودی

عشق را در خوں تپیدن آبروست
اندہ و چوب و رسن عیدین اوست
در رہِ حق ہر چہ پیش آید نکوست
مرحبا نامہربانیہائے دوست

ترجمہ :۔ "مصائب و آلام سے انسان کی خودی اور بھی پختہ ہو جاتی ہے اور اِس حد تک بلند پرواز ہوتی ہے کہ خدا کو بھی بے نقاب کہہ دیتی ہے عشق کے لئے تو خون میں نہانا ہی اُس کی آبرو ہے، اور "اندہ و چوب و رسن" جیسی آزمائشیں اُس کے لئے نشاطِ عید کا حکم رکھتی ہیں۔ لہٰذا راہِ حق میں جو کچھ بھی پیش آتے مبارک و مفید ہے۔ مہربانی تو کیا دوست کی نامہربانیاں بھی قابلِ صد حمد و ستائش ہیں"

صرصرے دہ با ہوائے بادیہ
اَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃ   صنہ
مندرجہ بالا الفاظ میں روحِ ابوجہل نوحہ کرتی ہے۔
ترجمہ ملاحظہ ہو :۔

"اے ہل ِ صحرا میں ہوا کے تیز و تند طوفان بھیج، اور انسانوں کو کھوکھلے درختوں کی طرح مردہ و بے روح کر دے "

مکمل آیۂ شریفہ یوں ہے :-

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ	برابر سات راتیں اور آٹھ دن ہم
لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ	نے قومِ عاد پر تیز و تند ہوا چلائی۔ تو
حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ	(اگر اس وقت ہوتا تو) دیکھتا کہ وہ
فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ	لوگ اُس آندھی میں اس طرح مرے
اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ	ہوئے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے
(پ ۲۹ : ع ۵)	ڈھنڈ۔

حرفِ اِنِّیْ جَاعِلٌ تقدیرِ او
از زمیں تا آسماں تفسیرِ او ص ۴۲

ترجمہ :- "عشقِ حق میں خلافتِ الٰہیہ کی تقدیر نہاں ہے، اور آسمان و زمین کی کُل کائنات عشق ہی کی تفسیر ہے "۔

حرفِ اِنِّیْ جَاعِلٌ سے اشارہ مقصود ہے بنی آدم کے مقامِ

خلافت کی جانب جس کا تذکرہ ذیل کی آیۂ شریفہ میں کیا گیا ہے :۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ — وہ وقت یاد کر جب تیرے
اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی — پروردگار نے فرشتوں سے کہا
الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ — کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب
(پ ۱ : ع ۴) — بنانے والا ہوں :

زندگی اے زندہ دل دانی کہ چیست
عشقِ یک بیں در تماشائے دوئی است
مرد و زن وابستۂ یک دیگر اند
کائناتِ شوق را صورت گر اند
زن نگہ دارندۂ نارِ حیات
فطرتِ او لوحِ اسرارِ حیات
آتشِ ما را بجانِ خود زند
جوہرِ او خاک را آدم کند
در ضمیرش ممکناتِ زندگی
از تب و تابش ثباتِ زندگی

اوجِ ما از ارجمندیہائے او
ما ہمہ از نقشبندیہائے او
حق ترا داد است اگر تابِ نظر
پاک شو قدسیّت او را نگر ص۷۵

ترجمہ :۔ اے زندہ دل انسان! کیا تجھے معلوم ہے کہ زندگی کے کیا معنی ہیں؟ عشقِ یک بیں (اتحاد آفریں) دو ہستیوں کا تماشا کرنے میں مصروف ہے مرد و زن کاروبارِ ہستی میں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، اور وہ کائناتِ عشق کے پروردگار ہیں۔ عورت نارِ حیات کا سوز برقرار رکھنے والی ہے اور اُس کی فطرت اسرارِ حیات کی ترجمان ہے۔ وہ ہماری آتشِ شوق کو اپنی روح میں مدغم کر لیتی ہے اور اُس کا جوہر خاک کو آدم بنا دیتا ہے اُس کے ضمیر میں ممکناتِ زندگی پوشیدہ ہیں، اور اس کی حرارت و جلا سے زندگی کا ثبات ہے۔ ہماری تمام سعادتیں عورت کی ارجمندی ہیں اور ہم سب اُسی کی نقشبندی کا نتیجہ ہیں۔ اگر خدا نے تجھے تابِ نظر عنایت کی ہے، تو پاک احساسات سے اُس کے تقدس کا اندازہ کر۔"

مندرجہ بالا اشعار میں بالعموم اور ذیل کے شعر میں بالخصوص ایک

آیۂ قرآنی کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے :-

مرد و زن وابستۂ یک دیگر اند
کائناتِ شوق را صورت گر اند

وہ آیۂ شریفہ یہ ہے :-

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ — عورتیں تمہارے لئے لباس کا
وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ — حکم رکھتی ہیں اور تم اُن کے
(پ۲ : ع) — لئے۔

وحیِ حق بینندۂ سودِ ہمہ
در نگاہش سود و بہبودِ ہمہ
عادل اندر صلح و ہم اندر مصاف
وصل و فصلش لا یُراعی لا یخاف — ص۴۸

ترجمہ :- "خدا کی وحی تمام مخلوق کے مفاد کو پیشِ نظر رکھتی ہے اور وہ سب کی فلاح و بہبود کو یکساں طور پر ملحوظ رکھتی ہے۔ وہ صلح اور جنگ ہر دو حالات میں منصف ہے۔ اُس کا ملنا اور جدا ہونا اِس

اصول پر مبنی ہے کہ نہ تو وہ کسی کی رعایت کرتی ہے، اور نہ کسی دشمنِ حق سے خائف ہے۔"

حدیث میں رسولِ کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ مومنِ صادق اعلانِ حق میں نہ تو کسی کی رو رعایت کرتا ہے اور نہ کسی سے خوف کھاتا ہے۔"

قرآنِ مجید میں بھی مومنین کی یہی صفت بیان کی گئی ہے :-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے مسلمانو! جو کوئی تم میں سے اپنے
مَنْ يَّرْتَدَّ عَنْ دِيْنِهٖ	دین (اسلام) سے منحرف ہو جائے
فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ	تو (اس کی جگہ) اللہ تعالےٰ ایسے
يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ	لوگوں کو پیدا کریگا جن سے اللہ
اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	محبت کریگا اور وہ اللہ سے محبت
اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	کرینگے۔ وہ مسلمانوں پر تو مہربان
يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	ہونگے مگر کفار پر نہایت سخت گیر
وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ	وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔
لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ	اور (تبلیغِ حق میں) کسی ملامت
اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ	کرنے والی کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرینگے

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ہ   یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے
(پ : ع)   اور اللہ کشایش والا ہے خبر دار۔

حق زمیں را جز متاعِ ما نگفت
ایں متاعِ بے بہا مفت است مفت   ص۸

ترجمہ :۔ ”اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہمارے لئے ”عارضی فائدہ“ کا خطاب دیا ہے۔ یہ انمول متاع ہمیں مفت دی گئی ہے (لہٰذا ہمیں بھی اس کی جائز حد تک قدر کرنی چاہیئے)“

اس شعر میں لفظ ”متاع“ سے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے :۔

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ   اور ہم نے کہا تم سب (بہشت کو چھوڑ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ   کر زمین پر) اتر جاؤ تمہیں ایک مدتِ
فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ   معین (قیامت) تک زمین میں رہنا
وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ہ   ہے اور (وہاں کی نعمتوں سے) فائدہ
(پ : ع)   اٹھانا ہے !

دہ خدایا! نکتۂ از من پذیر
رزق و گور از وے بگیر او را مگیر　ص۸۰

ترجمہ:"۔ اے گاؤں کے مالک! ایک حکیمانہ نکتہ مجھ سے قبول کر۔
وہ یہ ہے کہ زمین سے فقط اپنا رزق اور بقدرِ گور زمین حاصل کر۔
زمین کو اپنی مستقل جائداد مت سمجھ۔"

زمین سے فقط اپنی خوراک اور بقدرِ گور زمین حاصل کرنا اور اُسے اپنی مستقل "ملکیت" نہ سمجھنا ایک ایسا مضمون ہے جس کا تذکرہ متعدد آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبویؐ میں موجود ہے۔ علامہ مرحوم نے ذیل کی اُردو نظم میں بھی اِس مفہوم کو نہایت سادہ و مدلّل طریق پر بیان فرمایا ہے:۔

اَلاَرضُ لِلّٰہ

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھّم سے بادِ سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟

کس نے بھردی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب؟
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب؟
دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں!
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں!

باطنِ اَلْاَرْضُ لِلّٰہ ظاہر است
ہر کہ ایں ظاہر نہ بیند کافر است ص۷۱

ترجمہ:۔ "زمین فقط خدا کی ملکیت ہے"۔ اِس آیۂ شریفہ کا مفہوم بالکل ظاہر ہے۔ جو شخص اس قدر ظاہر شے کو بھی نہ سمجھے وہ کافر ہے"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ	موسٰے نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالےٰ
اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ وَاصْبِرُوْاۚ	سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ زمین
اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا	سراسر خدا کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے بندوں
مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط	میں سے جس کو چاہتا ہے زمین کا
وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝	وارث بناتا ہے، اور آخرت خاص
(پ۹ : ع۳)	پرہیزگاروں کے لئے ہے"!

فقر جوع و رقص و عریانی کجاست
فقر سلطانی است رہبانی کجاست ص ۸۱

ترجمہ:- اسلامی نقطۂ نظر سے فقر کا مفہوم بھوکا ننگا رہنا، افلاس کو تونگری و خوش حالی سے بہتر سمجھنا، اور مستی و مجذوبی میں حال کھیلنا ہرگز نہیں، بلکہ اسلام کا فقر رہبانی کی بجائے حکومت و سلطنت کی تعلیم دیتا ہے" از روئے قرآن ترکِ دنیا، ترک نعم اور مایوسی و گوشہ گیری کو قطعاً حرام قرار دیا گیا ہے۔ جن لوگوں نے ایسی رہبانیت اختیار کی، وہ ایک بدعت تھی، خود ساختہ تکلیف تھی، اور اللہ تعالیٰ نے اُس سے نفرت و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے:-

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا
مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا
ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ
فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا
فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا
مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ج وَ

اور عیسائیوں نے ایک ایسی درویشی ایجاد کر لی جس کا ہم نے اُن کو حکم نہیں دیا تھا۔ مگر (انھوں نے از خود) اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے (وہ رہبانیت پیدا کر لی) پھر جیسا کہ چاہئے تھا ویسا اُس کو نباہ بھی نہ سکے۔ تاہم جو لوگ اُن میں سے

كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ
(پ۲۷ : ع۲)

ایمان لائے ہم نے اُن کا اجر و ثواب انہیں دے دیا اور اکثر لوگ اُن میں سے بے ایمان و بدکردار ہیں!

گفت حکمت را خدا خیر کثیر
ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر! ص۸۲

ترجمہ:۔ "اللہ تعالیٰ نے حکمت کو خیرِ کثیر کا خطاب عطا فرمایا ہے، لہٰذا اے مسلمان! تو جہاں کہیں اس "خیر" کو پائے، اسے فوراً حاصل کر۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ
وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ
فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا
(پ۳ : ع۵)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے، اور جس کو حکمت ملی، اُسے بہت بڑی نعمت مل گئی!

محکماتش را نمودی از کتاب
ہست آں عالم ہنوز اندر حجاب ص ۸۳

ترجمہ:- "تو نے قرآنِ مجید کی "محکم" آیات تو بیان کر دیں، لیکن اُس کی دُوسری دنیا (آیاتِ متشابہات) ابھی پردے ہی میں ہیں۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ	اللہ تعالےٰ ہی نے تجھ پر یہ کتاب
الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ	(قرآنِ مجید) اتار دی۔ اُس میں کی
مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ	بعض آیتیں کھلی اور واضح مضمون
الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ	کی ہیں۔ وہ تو قرآن شریف کی جڑھ
فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ	ہیں اور بعض آیتیں مبہم اور گول مول
زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ	مضمون کی ہیں پس جن لوگوں کے
مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ	دل صراطِ مستقیم سے منحرف ہیں وہ
وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا	انسانوں کو گمراہ کرنے اور فتنہ و فساد
یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا	پیدا کرنے کی نیت سے مبہم و متشابہ
اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی	آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ اُن

اَلْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (پ۳ : ع۹)	آیات کی اصل حقیقت اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم ان سب پر ایمان لائے، کیونکہ یہ تمام آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور نصیحت و عبرت تو صرف عقلمند لوگ حاصل کرتے ہیں

مردِ حق از کس نگیرد رنگ و بو
مردِ حق از حق پذیرد رنگ و بو صے ۸۵

ترجمہ :- "جو شخص صحیح معنوں میں مردِ حق ہے وہ مخلوق میں سے کسی کا رنگ و بو (طور طریقہ) قبول نہیں کرتا بلکہ وہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کے رنگ (تقویٰ در استغنا) میں مستغرق ہو جاتا ہے"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے :-

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ط (پ۱ : ع۱۶)	اللہ تعالےٰ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ تعالےٰ سے بہتر رنگ اور کون دے سکتا ہے؟

راز ہا با مردِ مومن باز گوئے
شرحِ رمزِ کُلَّ یَوْمٍ باز گوئے ص۸۵

ترجمہ:۔ "مردِ مومن کو قرآنِ مجید کے حکمت آموز راز پھر بتا اور کُلَّ یَوْمٍ (مراد فرائض خداوندی) کی شرح بیان کر۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیہ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ — اللہ تعالیٰ ہر روز کسی نہ کسی کام میں لگا رہتا ہے! (پ۲۷: ع۱۲)

از حدیثِ مصطفےٰ داری نصیب؟
دینِ حق اندر جہاں آمد "غریب" ص۸۶

ترجمہ:۔ "کیا تو حدیثِ مصطفےٰ کی حکمت و ماہیت سے بہرہ ور ہے؟
رسولِ کریمؐ نے فرمایا "دینِ حق (اسلام) دنیا میں غریب کی حیثیت سے آیا ہے۔"

حدیث شریف کے مکمل الفاظ یہ ہیں:۔

اَلْإِسْلَامُ جَاءَ غَرِيبًا — اسلام دنیا میں غریب ہو کر آیا

وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا — اور بہت جلد دوبارہ غریب ہو جائیگا

آئندہ شعر میں اقبال نے لفظ "غریب" کی یہ حکیمانہ تشریح کی ہے کہ اس سے مراد فقر و فاقہ اور محرومیِ اسبابِ دنیوی نہیں، بلکہ اس کا مفہوم ہے "ندرتِ احکام و آیات"؛۔

بہرِ آں مردے کہ صاحب جستجو است
غربتِ دیں ندرتِ آیاتِ اوست

کردہٗ کارِ خداونداں تمام
بگذر از لا جانبِ الّا خرام ح ۸۵

ترجمہ:۔ اے روس! تو نے معبودوں اور اُن کے تصوّرِ عبادت کو بالکل فنا کر دیا ہے (مذہب سے صریح بغاوت کی ہے) اب لا (نفیِ معبود) کو چھوڑ اِلّا (تسلیم و اطاعتِ معبود) کی جانب رجوع کر"

اس شعر میں کلمۂ طیّبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (کوئی معبود نہیں مگر صرف خدائے برحق) کی جانب اشارہ کرتے ہوئے، "لا" کو بمعنی انکارِ حق اور اِلّا کو بمعنی ایمان بالحق استعمال کیا گیا ہے!

باسیہ فاماں یدِ بیضا کہ داد؟
مژدۂ لا قیصر و کسریٰ کہ داد؟ ص ۸۹

ترجمہ :- "اسلام کی برکت سے سیاہ فام لوگوں (مثلاً بلالِ حبشی) کو یدِ بیضا (روحانی قوّت) کس نے عطا کیا اور مسلمانوں کو قیصر و کسریٰ کے زوال کا مژدہ کس نے سنایا؟"

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے نبی کریمؐ کے اِس ارشاد کی جانب :-

اِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ	جب قیصر ہلاک ہو جائیگا تو اُس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا۔ اسی طرح جب کسریٰ بھی (مجاہدینِ اسلام کے ہاتھوں) ہلاک ہو جائے گا تو اُس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہو گا۔

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بذکر ص ۸۹

ترجمہ :- "قرآن کا فقر مجموعہ ہے "فکرِ کائنات" اور "ذکرِ حق" کا میں

محض فکر کو ذکرِ الٰہی کے بغیر میں نے ہرگز مکمل نہیں پایا۔"

قرآنِ مجید نے جہاں متعدد جگہ اشیائے کائنات میں غور و فکر کی تاکید فرمائی، وہاں لازماً یہ حکم بھی دیا کہ ذکرِ الٰہی سے کبھی غافل مت ہونا، کیونکہ "ذکر" ہی سے تمہاری "فکر" میں حکمت و معرفت کی جِلا پیدا ہو گی۔ ایک آیۂ شریفہ کی رُو سے "عقلمند" کہلانے کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں یاد کرتے ہیں۔ وھو ھٰذا :-

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ	بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ	اور رات دن کے آنے جانے میں
الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ	عقلمندوں کے لئے (قدرتِ باری
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ	تعالےٰ کے متعلق) نشانیاں ہیں
یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا	وہ عقلمند جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ	اور کروٹ پر لیٹے (الغرض ہر
وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ	حالت میں) یاد کرتے ہیں وہ لوگ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
هٰذَا بَاطِلًا
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ
(پ۴ : ع۱۱)

غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں) اے پروردگار! تو نے یہ (سب کارخانہ) بے کار و لا حاصل نہیں بنایا۔ تیری ذات (شرکت سے) پاک ہے۔ تو ہم کو عذابِ دوزخ سے بچالے!

اِس آیۂ شریفہ سے "ذکر" اور "فکر" کی کامل ہم آہنگی ثابت ہے، کیونکہ اس میں فکر کی نتیجہ خیز اور حکیمانہ جد و جہد کے لئے "ذکر" کو نہ صرف مقدم بلکہ لازمی قرار دیا گیا ہے!

"ذکر" کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اِس سے دل کو حقیقی مسرت و توانائی اور غیر فانی اطمینان حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا:-

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ
قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ
الْقُلُوْبُ ۝ (پ۱۳ : ع۱۰)

جو لوگ ایمان لائے اُن کے دلوں کو ذکرِ الٰہی سے تسلّی حاصل ہوتی ہے۔ سُن لو کہ فقط اللہ تعالےٰ کی یاد ہی سے دلوں کو چین آتا ہے!

ہیچ خیر از مردکِ زرکش مجو
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا صلہ۸۹

ترجمہ:۔ سونا بٹورنے والے آدمی سے کبھی خیر کی توقع نہ رکھ۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے: "تم نیکی و شرافت کا مقامِ اعلیٰ کبھی حاصل نہیں کر سکتے تاوقتیکہ راہِ خدا غربا و مساکین کی مالی امداد نہ کرو"

مکمل آیۂ شریفہ یوں ہے:۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (پ: ع)

تم نیکی کا مقامِ اعلیٰ ہرگز نہیں پا سکتے تاوقتیکہ اپنے محبوب مال و متاع میں سے راہِ خدا خرچ نہ کرو!

بندۂ مومن امیں، حق مالک است
غیرِ حق ہر شئے کہ بینی ہالک است صلہ۹۰

ترجمہ:۔ مردِ مومن تو دنیوی مال و اسباب کا فقط امین ہے، اور حقیقی معنوں میں ہر شے کا مالک صرف خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز نتیجہ کار فنا ہونے والی ہے"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (پ: ع) — اللہ تعالیٰ کے سوا تمام چیزیں ہلاک و برباد ہونے والی ہیں!

رایتِ حق از ملوک آمد نگوں
قریہ ہا از دخلِ شاں خوار و زبوں ص ۹۰

ترجمہ:۔ حق کا جھنڈا نفس پرست اور مستبد بادشاہوں کے ظالمانہ اقدام سے (وقتی طور پر) جھک جاتا ہے، اور بستیاں اُن کے داخل ہوتے ہی خوار و برباد دکھائی دیتی ہیں۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً (پ ۱۹: ع ۱۶) — جب بادشاہ کسی شہر میں (فتحیاب ہو کر) داخل ہوتے ہیں تو اسے تہس نہس کر دیتے ہیں اور اس کے معزز باشندوں کو ذلیل و خوار کرتے ہیں۔

آب و نانِ ماست از یک مائدہ
دودۂ آدم "کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ" ص۹۰

ترجمہ :- ہم سب کا آب و دانہ ایک ہی دسترخوان (خداوندی رزق) سے ہے، اور آدم کا خاندان معنوی طور پر ایک ہی جسم کا حکم رکھتا ہے۔"

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ	اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا (پہلی مرتبہ)
اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط	پیدا کیا جانا اور مار کر دوبارہ
(پ ۲۱ : ع ۱۲)	اٹھانا ایک ہی متنفس کی مانند ہے۔[۱]

بامسلماں گفت جاں برکف بنہ
ہرچہ از حاجت فزوں داری بدہ ص۱۱۹

ترجمہ :- "قرآنِ مجید نے مسلمان سے کہا کہ مصیبت زدہ خلقِ خدا کے لئے جان بھی قربان کرنی پڑے تو کر! اور اپنی اشد ضروریات کے علاوہ جو کچھ بھی ہے فی سبیل اللہ خرچ کر ڈال۔"

---

[۱] یعنی باوجود کثرتِ تعداد تم فردِ واحد کا حکم رکھتے ہو۔

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ (پ : ع)

اے پیغمبرؐ تجھ سے یہ لوگ سوال کرتے ہیں کہ راہِ خدا کتنا کچھ خرچ کیا جاوے جواب دے کہ اپنی اشد ضروریاتِ زندگی کے علاوہ جو بھی ہے راہِ خدا خرچ کر سکتے ہو!

ناقۂ ما خستہ و محمل گراں
تلخ تر باید نوائے سارباں ص ۹۲

ترجمہ:۔ ہماری اونٹنی (مراد قوم) بُعدِ سفر سے تھک چکی ہے، لہٰذا شُتربان (مراد رہنمائے ملت) کو اپنی نوائے حدی (مراد تبلیغِ حق) تیز و تلخ تر کر دینی چاہیئے۔"

اِس شعر کے الفاظ سے درحقیقت اشارہ کیا جا رہا ہے عرفی کے مندرجہ ذیل شعر کی جانب :۔

نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

امتحانِ پاک مرداں از بلاست
تشنگاں را تشنہ تر کردن رواست
در گذر مثلِ کلیمؑ از رودِ نیل
سوئے آتش گام زن مثلِ خلیلؑ ص۹۳

ترجمہ :۔ "خدا کے پاک بندوں کا امتحان مصائب سے ہُوا کرتا ہے، لہٰذا پیاسوں کو اور زیادہ پیاسا کرنا قدرت کا ایک جائز قانون ہے اِس بنا پر ہمت سے کام لے، اور طوفان خیز نیل سے مثلِ کلیمؑ بے خوف گزر جا، اور آگ کے شعلوں میں مثلِ خلیلؑ چھلانگ لگا۔"

مصرعِ اوّل میں حضرتِ موسیٰؑ کے معجزۂ شقِ نیل اور مصرع دوم میں حضرتِ ابراہیمؑ کے معجزۂ برودتِ نار کی جانب اشارہ کیا گیا ہے!

خود حریمِ خویش و ابراہیمِ خویش
چوں ذبیح اللہ در تسلیمِ خویش ص۹۷

ترجمہ :۔ "نائبِ حق خود ہی اپنا کعبہ ہے اور خود ہی اپنا ابراہیم (یعنی معمار کیونکہ کعبہ حضرتِ ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا)۔ وہ اطاعت و انقیادِ حق میں

ذبیح اللہ یعنی حضرتِ اسمٰعیلؑ کی شان دکھتا ہے۔"
اس شعر میں قرآن مجید کے واقعۂ تعمیر کعبہ کے ساتھ ہی ساتھ "ذبحِ عظیم" کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

تا ز "مازاغ البصر" گیرد نصیب
بر مقامِ "عبدہٗ" گردد رقیب ص۹۸

توجمہ :- نائبِ حق جس وقت دیدارِ الٰہی سے بہرہ ور ہوتا ہے اُس پر صحیح مقامِ عبودیت آشکار ہو جاتا ہے۔"
اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ـ — ہمارے نبیؐ کی آنکھ (معراج میں) نہ تو جھکی اور نہ حد سے بڑھی!

حاکمی بے نورِ جاں خام است خام
بے یدِ بیضا ملوکیّت حرام ص۱۰۸

توجمہ :- دنیا میں حکومت و سلطنت تزکیۂ رُوح اور نورِ باطن کے بغیر

بالکل خام ہے، اور یدِ بیضا کے بغیر بادشاہی سراسر حرام ہے۔"

اِس شعر میں "ملوکیت" سے مراد ہے سیاست، اور "یدِ بیضا" سے مراد ہے پابندیِ دین اور اطاعتِ احکامِ شریعت۔ حاصل یہ ہوا، کہ پابندیِ شریعت اور تزکیۂ رُوح کے بغیر سیاسی قوت محض لعنت ہے:۔

نظامِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

از بلا ترسی؟ حدیثِ مصطفیٰ است
"مَرد را روزِ بلا روزِ صفا است" ص۱۱۱

ترجمہ:۔ کیا تو مصیبت سے ڈرتا ہے؟ رسولِ کریمؐ کا ارشاد ہے کہ مردِ مومن کے لئے مصیبت کا دن اُس کے تزکیۂ رُوح کا دِن ہے!

خدمت از رسم و رہِ پیغمبری است
مزدِ خدمت خواستن سوداگری است ص۱۲۴

ترجمہ:۔ پس ماندہ اور مصیبت زدہ انسانیت کی خدمت کرنا پیغمبروں کی

سنّت ہے، اور اِس خدمت کا معاوضہ چاہنا سوداگری اور ہوس کاری ہے"

قرآنِ مجید سے ثابت ہے کہ پیغمبروں کی تمام عمر خلقِ خدا کی اصلاح و خدمت گذاری میں صرف ہوئی۔ وہ صحیح معنوں میں "رضا کار" اور بے غرض خادمِ خلق بزرگ تھے۔ اس قدر قربانی اور جذبۂ اخلاص و ایثار کے باوجود جب قوم نے انہیں مطلب پرست اور صاحبِ غرض ہونے کا طعنہ دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اُن کی زبانی یہ اعلان کرایا کہ:-

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ	میں تمہاری اصلاح و خدمت گذاری
مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ	کے عوض کوئی اجرت نہیں چاہتا۔
اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	میری محنت کا معاوضہ تو صرف پروردگارِ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ	دو عالم ہی عنایت فرمائیگا پس خدا سے
(پ ۱۹ : ع ۱)	ڈرو، اور میری تعلیمات کی اطاعت کرو!

ارضِ حق را ارضِ خود دانی بگو
چیست شرحِ آیۂ لَا تُفسِدُوا، ص ۱۲۵

ترجمہ:- "اے ہوس کار! تو خدا کی زمین کو بھی اپنی ہی زمین سمجھتا ہے؛ مجھے بتا کہ آیۂ لَا تُفسِدُوا کا کیا مفہوم ہے"؛

جب انسان میں زمین سمیٹنے کی ہوس بڑھتی چلی جائے، تو لازماً جنگ و فساد کے امکانات میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا جس کی قرآنِ مجید میں سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ مکمل آیۂ شریفہ درج ذیل ہے:-

لَا تُفسِدُوا فِی الاَرضِ بَعدَ اِصلَاحِھَا ط (پ: ۸ ع)

خدا کی زمین میں امن و اصلاح کے بعد فساد برپا کرنے کی کوشش مت کرو۔

مردِ مومن با خدا دارد نیاز
با تو ما سازیم تو با ما بساز

عزمِ او خلّاقِ تقدیرِ حق است
روزِ ہیجا تیرِ او تیرِ حق است ص ۱۴۲

ترجمہ :"مردِمومن خدا کے ساتھ خاص راز و نیاز رکھتا ہے۔ یہاں خالق اور بندے کے درمیان یہ اصول چلتا ہے کہ "تو میرے ساتھ تعاون کر میں تیرے ساتھ تعاون کرونگا" مردِمومن کا ارادہ تقدیرِ الٰہی کا خالق ہے اور بروزِ جنگ اُس کا تیر درحقیقت خدا کا تیر ہے"

پہلے شعر کے مصرعِ دوم میں اشارہ پایا جاتا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ
وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ط

اگر تم اللہ تعالےٰ کی امداد کرو تو وہ بھی تمہاری امداد کریگا اور کفار کے خلاف جنگ میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

اسی طرح دوسرے شعر کے مصرع دوم میں جو یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ بروزِ جنگ مومن کا تیر خدا کا تیر بن جاتا ہے، تو اس کا پختہ ثبوت ذیل کی آیۂ شریفہ میں موجود ہے :۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ٥
(پ ۹ : ع ۱۶)

اے پیغمبرؐ! تو نے وہ کنکریوں کی مٹھی نہیں پھینکی جب تو نے پھینکی بلکہ وہ تو اللہ تعالےٰ نے پھینکی تھی!

مومناں با خوئے و بوئے کافراں
لَآ اِلٰہَ گویان و از خود منکراں
"امرِ حق" گفتند نقشِ باطل است
زانکہ اُو وابستۂ آب و گل است — ص ۱۴۳

ترجمہ :- "عہدِ حاضر کے "مومن" عادات و اطوار کفّار کے سے رکھتے ہیں۔ وہ زبان سے تو لَآ اِلٰہ (توحیدِ باری تعالیٰ) کا اقرار کرتے ہیں، مگر اپنے مقامِ خلافت (نیابتِ حق) سے منکر ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ روح ایک نقشِ باطل ہے، کیونکہ وہ آب و گل (جسمِ مادّی) سے وابستہ ہے"

دوسرے شعر میں "امرِ حق" سے اشارہ مقصود ہے مندرجۂ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ
رَبِّیْ ط
(پ : ع)

اے پیغمبر! یہ لوگ آپ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں۔ انہیں کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کا ایک حکم ہے!

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست
رحمتہ للعالمینی انتہاست! ص۱۴۸

ترجمہ :- "کائنات کی تخلیق، مخلوقات کی تقدیر سازی اور اُن کی ہدایت و رہنمائی ابتدائی چیزیں ہیں، مگر رحمۃ للعالمین کا مقام اس ابتدا کی انتہا (غرض و غایت ہے")

روزِ ازل تخلیق اور لوازمِ تخلیق کے علی الترتیب تین مدارج قائم کیے گئے۔ اوّل "تخلیق" یعنی چیزوں کی پیدائش، دوم "تقدیر" یعنی اُن کی عمر، رزق اور نیکی و بدی کا اندازہ، سوم "ہدایت" یعنی شاہراہِ ہستی میں طریقِ زندگی اور امتیازِ خیر و شر کے متعلق اُن کی راہنمائی، ان ہر سہ امور کا تذکرہ مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ میں موجود ہے :-

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ
الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ وَ
الَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ
(پ ۳۰ : ع ۱۲)

اے پیغمبر! اپنے بلند و برتر پروردگار کی پاکیزگی بیان کر۔ وہ خدا جس نے تمام چیزوں کو بنایا اور عمدگی سے بنایا۔ وہ خدا جس نے حسب کی تقدیر معیّن کی اور ان کو زندگی کی راہِ راست سمجھائی!

لَآ اِلٰـہَ تیغِ و دمِ او عبدہٗ
فاش تر خواہی، بگو "ہو" عبدہٗ
مدّعا پیدا نگردد زیں دو بیت
تا نہ بینی از مقامِ "مَا رَمَیْتَ" صفحہ ۱۵۱

ترجمہ:۔ "لاالٰہ (خدا کی توحید) ایک تیغ ہے، اور اس تیغ کی آب و تاب بندۂ حق کی اطاعت ہے۔ اگر اسی مفہوم کو زیادہ واضح طور پر کہنا چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ مقامِ اطاعت میں ھُو (خدا) ہی عَبْدَہٗ (اپنا بندہ) بن جاتا ہے۔ (یعنی بندۂ مومن کے لباس میں کفر و شر کے خلاف اللہ تعالٰی خود جنگ آزما ہوتا ہے) میرے اِن دو چار اشعار سے اس نازک مفہوم کی تشریح ناممکن ہے، تا وقتیکہ تو "مَا رَمَیْتَ" کی حکمت پر غور نہ کرے"

اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیہ شریفہ کی جانب:۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ — اے پیغمبر! تونے وہ (کنکریوں کی
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ط — مٹھی) نہیں پھینکی جب تو نے پھینکی، بلکہ
(پ ۹: ع ۱) — وہ تو اللہ تعالٰے نے پھینکی تھی!

ما جهول و عارفِ بود و نبود
کفرِ او ایں راز را بر ما کشود ص۱۵۵

ترجمہ:۔ "ابلیس کے کفر نے ہم پر یہ راز منکشف کیا کہ ہم انسان "جاہل" ہونے کے باوجود کائنات کے گذشتہ اور موجودہ کو الف سے ے تک مکمل طور پر باخبر ہیں۔"

اس شعر میں لفظ "جہول" سے اشارہ کیا جا رہا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب:۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ	ہم نے اپنی امانت (قرآنِ مجید)
عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں، زمینوں، اور
وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ	پہاڑوں کے سامنے پیش کی،
يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ	مگر انہوں نے اس کو اٹھانے سے
مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ	انکار کر دیا اور اتنی بڑی ذمہ داری سے
اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا	ڈر گئے۔ آخر کار انسان نے اسے
جَهُوْلًا ط	اٹھا لیا۔ بیشک انسان نے بڑا ظلم
(پ۲۲: ع۶)	کیا، نادانی کی!

گفتمش بگذر ز آئینِ فراق

"ابغض الاشیاء عندی الطلاق" ص ۱۵۹

ترجمہ: "میں نے شیطان سے کہا کہ "نفاق" پیدا کرنے والی چال بازیاں چھوڑ دے، کیونکہ رسول کریمؐ نے فرمایا: "میرے نزدیک خبیث ترین اور مکروہ ترین چیز طلاق ہے (جو میاں بیوی کے درمیان نفاق و اختلاف کا باعث ہے)"

نبی کریمؐ کو انتہائی مسرت میاں بیوی کے درمیان نکاح پڑھانے سے ہوتی تھی (کیونکہ وہ اُمت میں اتحاد و نفاق اور افزائشِ نسلِ مومنین کا باعث ہے) اور انتہائی رنج و قلق طلاق سے ہوتا تھا کیونکہ وہ نفاق و نفرت اور قطع نسل کا پیامبر ہے!

• تا کشں از ذوقِ "ابا" بیگانۂ

از شرارِ کبریا بیگانۂ ص ۱۶۰

ان الفاظ میں ابلیس نالہ و فریاد کرتا ہے:-

ترجمہ: "افسوس! عہدِ حاضر کے انسان کی خاک "انکار" کی لذت سے

ناآشنا ہو چکی ہے ، اور عظمت وکبریائی کی چنگاری اُس کی راکھ میں بالکل ناپید ہے۔"

مفہوم و مقصد یہ ہے کہ عصرِ حاضر کا انسان محض تسلیم و رضا اور اطاعت و مغلوبیت کا خوگر ہے۔ اُس میں انکار و مقاومت، غلبہ و اقتدار اور حکومت و سطوت کا جذبہ بالکل نہیں رہا۔ بالفاظِ دیگر "غلام" تو بہت ہیں، لیکن مردانِ آزاد و خود دار نایاب!

اِس شعر کے مصرع اوّل میں لفظ "ابا" سے اشارہ مقصود ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (پ ۱ : ع ۴)	شیطان نے حکمِ الٰہی سے انکار کیا اس میں غرور سما گیا، اور وہ منکرینِ حق کے گروہ میں شمار ہوا!

الحذر از جبر و ہم از خوئے صبر
جابر و مجبور را زہر است جبر
ہر دو را ذوقِ ستم گردد فزوں
وردِ من یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْن

ترجمہ:۔ "جبر اور خوئے صبر ہر دو سے گریز کرو، کیونکہ جابر (ظالم) اور مجبور (مظلوم) دونوں کے لیئے جبر (ظلم) نتیجہ کار زہر بن جاتا ہے۔ جبر سے جابر اور مجبور ہر دو میں ذوقِ ستم بڑھ جاتا ہے[1]۔ میں بار بار یہی کہے جاتا ہوں کہ کاش میری قوم جبر (ظلم) کے معائب سے بروقت آگاہ ہو جاتی"۔

آخری مصرع میں اشارہ کیا جا رہا ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب:۔

قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۙ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (پ۲۳: ع۱)	اُس نے کہا اے کاش! میری قوم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ میرے مالک نے مجھ کو بخش دیا اور عزت والوں میں مجھ کو شریک کر لیا۔

---

[1] یعنی پے در پے ظلم سے مظلوم میں جذبۂ انتقام بڑھتا چلا جاتا ہے اور ظالم خوفِ انتقام سے گھبرا کر اور زیادہ ظلم کرتا ہے۔

فاش گویم با تو اے والا مقام
باج را جز با دو کس دادن حرام
یا اولی الامرے کہ "مِنکُم" شانِ اوست
آیۂ حق حجّت و بُرہانِ اوست
یا جواں مردے چو صرصر تند خیز
شہر گیر و خویش باز اندر ستیز ص ۱۹۲

ترجمہ:۔ "اے بلند مقام مومن! میں تو حق بات واضح طور پر تجھ سے کہے دیتا ہوں۔ باج و خراج سوائے دو آدمیوں کے اور کسی کو دینا مطلق حرام ہے (۱) باج یا تو اُس حاکم کو دیا جائے جو "مومنین" میں سے ہو اور آیاتِ حق (قرآنِ مجید) کو قانونِ وقت اور دستورِ زندگی قرار دے (۲)، یا باج اُس جواں مرد کو دیا جائے جو طوفانِ باد کی طرح تیزرو، مستعد اور ناقابلِ تسخیر ہو۔ وہ مردِ حق، جو فقط قیامِ حکومتِ الٰہیہ کے لئے شہروں کو فتح کرے، اور کفار کے خلاف جہاد میں اپنی جان تک قربان کرنے میں دریغ نہ کرے، باج کا جائز مستحق ہے"!

دوسرے شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ

کیا گیا ہے :-

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (پ۵ : ع۴)	اللہ تعالیٰ کی، اُس کے رسولؐ کی اور اپنی قوم میں سے مسلمان حاکم کی اطاعت کرو۔

جنگِ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست
ترکِ عالم اختیارِ کوئے دوست صہ ۲۱۸

ترجمہ :" مومن کی جنگ کیا ہے؟ اپنے دوست (اللہ تعالیٰ) کی جانب ہجرت کرنا، دنیائے فانی کو ترک کرنا، اور اللہ تعالیٰ کا مسلکِ حق و صداقت (صراطِ مستقیم) اختیار کرنا۔"

اِس شعر کے مصرعِ اوّل میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجۂ ذیل حدیث شریف کی جانب :-

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَا اللّٰهُ عَنْهُ ط	سچا مہاجر وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالےٰ کی ممنوع اور حرام کردہ اشیا سے ہجرت (کنارہ کشی) اختیار کی۔

آنکہ حرفِ شوق با اقوام گفت
جنگ را رہبانیِ اسلام گفت ص۲۱۸

ترجمہ :۔ "وہ ہستیِ مقدس (رسولِ کریمؐ) جس نے دینِ حق (اسلام) کی جانب جملہ اقوامِ عالم کو دعوت دی، ارشاد فرما رہی ہے، کہ جنگ اسلام کی رہبانیت ہے"!

اِس شعر کے مصرعِ دوم میں اشارہ کیا گیا ہے اِس ارشادِ نبویؐ کی جانب :۔

اَلْجِهَادُ رَهْبَانِيَّةُ الْاِسْلَامِ — اسلام کی رہبانیت جہاد ہے!

اِس حدیث کا مفہوم و مقصد یہ ہے کہ اسلام اُس رہبانیت کا صریحاً دشمن ہے جس میں دُنیا کے جائز اسباب ترقی و خوش حالی، ذرائعِ صحت و قوت اور جذباتِ تسخیر و فتح سے کنارہ کش ہو کر گوشہ گیری اختیار کی جاتی ہے! ایسی مردود رہبانیت کے بخلاف اسلام جس "رہبانیت" کو مباح و مفید قرار دیتا ہے، وہ ہے جہاد خلافِ باطل، تسخیرِ قوائے فطری، اور اعلائے کلمۃ الحق، خواہ اُس کی

تکمیل جان و مال کی غیر محدود قربانی سے ہو۔ چنانچہ قرآنِ مجید اِس حقیقت پر شاہد ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے مسلمانو! کیا میں ایسی تجارت
هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ	نہ بتاؤں جو تم کو (آخرت میں) ہر
تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ	دردناک عذاب سے بچالے؟ وہ
اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	(تجارت) یہ ہے کہ اللہ اور اس
وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ	کے رسولؐ پر پختہ ایمان لاؤ اور
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ	خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان
وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ	سے (مردانہ وار) جہاد کرو۔ اگر
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ	تم سمجھو تو یہ (تجارت) تمہارے
تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۲۸: ع۱)	حق میں (تمام تجارتوں سے) بہتر ہے!

قُربِ جاں با آنکہ گفت "اِنّی قَرِیب"

از حیاتِ جاوداں بردن نصیب ص ۲۲۶

ترجمہ:۔ "اپنی روح کو اُس ہستی سے قریب تر کرنا جس نے "میں قریب

ہوں" کا اعلان فرمایا ہے، گویا غیر فانی اور لازوال زندگی حاصل کر لینا ہے"۔

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ	اے پیغمبر! جب میرے بندے تجھ سے
عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ	میرے متعلق دریافت کریں (کہ میں کہاں
اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ	ہوں) تو کہہ دے میں بہت قریب
اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا	ہوں جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے
لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ	دعا کرتا ہے تو میں اُسے قبول کرتا
لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ	ہوں پس لوگوں کو بھی چاہئے کہ میرے
	احکام کی اطاعت کریں اور مجھ پہ پختہ
(پ ۲ : ع ۷)	ایمان لائیں تاکہ وہ راہِ راست پالیں

منکرِ حق نزدِ ملّا کافر است
منکرِ خود نزدِ من کافر تر است
آں بانکارِ وجود آمد عجول
ایں عجول و ہم ظلوم و ہم جہول ص ۲۳۹

ترجمہ :- "خدا کا منکر ملّا کے نزدیک کافر ہے، مگر خودی (مقامِ انسانی)[1] کا منکر میرے نزدیک کافر تر ہے۔ خدا کے منکر نے (مشاہدۂ کائنات کے بغیر) انکارِ وجودِ حق میں تعجیل سے کام لیا، مگر شرفِ انسانی کا منکر عجول (جلد باز) ظالم اور جاہل بھی ہے۔"

دُوسرے شعر کے مصرعِ اوّل میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ	اور آدمی (رنج اور غصّے کی حالت
بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ	میں) اُسی طرح بددعا کرنے لگتا ہے۔
وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا	جس طرح بھلائی کی دعا کرتا ہے اور
(پ ۱۵ : ع ۲)	آدمی بڑا جلد باز ہے!

مصرعِ دوم میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ	ہم نے اپنی امانت (قرآن مجید)
عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے
وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ	سامنے پیش کی، مگر انہوں نے اسے

[1] مقام و احترامِ انسانی کے متعلق علّامہ اقبالؒ نے نہایت دلآویز الفاظ میں ایک اور جگہ فرمایا ہے :-

يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (پ ۲۲ : ع ۶)	اٹھانے سے انکار کر دیا اور اتنی بڑی ذمہ داری سے ڈر گئے۔ آخر کار انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بیشک انسان نے بڑا ظلم کیا، نادانی کی، (کیونکہ وہ اس کا حق اطاعت ادا کرنے سے قاصر ہے)

ضعفِ ایمان است و دلگیری است غم
نوجوانا! "نیمۂ پیری است غم" ص ۲۴۵

ترجمہ:۔ "غم ضعفِ ایمان کی علامت ہے، اور دل کے لئے مستقل بیماری۔ اے نوجوان! غم بذاتِ خود آدھا بڑھاپا ہے۔"

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجۂ ذیل ارشادِ نبوی کی جانب۔

اَلْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ غم آدھا بڑھاپا ہے!

"غم" کی مذمت علامہ مرحوم کا ایک مستقل اور ہنگامہ خیز موضوع ہے، اور انہوں نے ہر جگہ غم کو قاطعِ حیات اور باعثِ مرگِ خودی قرار دیا ہے۔ مجمل طور پر ذیل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

خفتہ با غم در تہِ یک چادر است
غم رگِ جاں را مثالِ نشتر است
اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر
از نبیؐ تعلیمِ لَا تَحْزَنْ بگیر
ایں سبق صدّیق را صدّیق کرد
سرخوشش از پیمانۂ تحقیق کرد
از رضا مسلم مثالِ کوکب است
در رہِ ہستی تبسّم بر لب است
گر خدا داری ز غم آزاد شو
از خیالِ بیش و کم آزاد شو (رموز)

ترجمہ :۔ خوف بھی غم ہی کے ساتھ ایک ہی چادر میں سویا ہوا ہے۔ غم انسان کی شاہ رگ پر نشتر کا کام کرتا ہے۔ اے مسلمان! کہ آج تو زندانِ غم میں اسیر ہے، اپنے نبیؐ سے لا تحزن (غم مت کر) کا سبق سیکھ اسی سبق نے صدّیقؓ کو صدیقؓ بنایا اور اُسے پیمانۂ تحقیق حق سے سرشار کیا۔ تسلیم و رضا سے مسلم مانندِ ستارہ روشن ہے، اور شاہراہِ زندگی میں

خنداں رہتا ہے۔ اگر تو خدا پر ایمان رکھتا ہے تو غم سے آزاد ہو جا اور
بیش و کم کی بحث سے کنارہ کش ہو کر تقدیرِ الٰہی پر قانع رہ۔"

اور اُردو کلام میں ایک جگہ فرمایا :-

دمِ زندگی رمِ زندگی غمِ زندگی سمِ زندگی
غمِ رم نہ کر سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

می شناسی ؟ حرص فقرِ حاضر است
من غلامِ آنکہ بر خود قاہر است ص ۲۴۵

ترجمہ :- "کیا تو جانتا ہے کہ حرص ہمیشہ حاضر رہنے والا فقر ہے، لہٰذا
میں تو اُس شخص کا غلام ہوں جو حرص و ہوس سے مجتنب رہتے ہوئے
اپنی ذات کا مکمل طور پر حاکم و مختار ہے (یعنی ضبطِ نفس رکھتا ہے)"

اِس شعر میں مندرجۂ ذیل حدیث کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

إِيَّاكُمْ وَالطَّمَعَ ؛ حرص سے کلی طور پر احتراز کرو،
فَإِنَّهُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ ط کیونکہ حرص ہمیشہ حاضر رہنے والا
فقر ہے!

"حرص" کے موضوع پر میرزا بیدلؔ کا مندرجہ ذیل شعر بھی ناقابلِ فراموش ہے :۔

حرص قانع نیست بیدلؔ ورنہ اسباب جہاں
ہر چہ من درکار دارم اکثرش درکار نیست

ترجمہ :۔ "اے بیدلؔ! ہماری حرص ہی کو قناعت نصیب نہیں، ورنہ جن چیزوں کو ہم زندگی کے لئے اشد ضروری سمجھتے ہیں، اُن میں سے بیشتر چیزیں فضول اور غیر ضروری ہیں۔"

مسافر

معارفِ مسافرؔ

از ضمیرِ کائنات آگاہ اوست
تیغِ لَا مَوجُودَ اِلاَّ اللہ اوست ص

ترجمہ: "صرف مردِ مومن ہی ضمیرِ کائنات سے آگاہ ہے، اور وہی اس پیغامِ سرمدی کی تیغِ برّاں ہے کہ" کائنات میں اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور شئے موجود نہیں"!

مصرعِ دوم میں اشارہ کیا گیا ہے صوفیاء کے مسئلہ" ہمہ اوست" کی جانب جس کا مفہوم یہ ہے کہ مظاہرِ کائنات میں وجودِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، باقی سب کچھ وہم و تصوّر کا دھوکا ہے!

از دیرِ مغاں آیم بے گردشِ صہبا مست
در منزلِ لَا بودم از بادۂ اِلّا مست   ص۳۰

ترجمہ: "میں دیرِ مغاں (مے خانہ) سے دورِ شراب کے بغیر ہی مست بے خود چلا آرہا ہوں۔ میں منزلِ لا (ہوا و ہوس کی نفی) میں شراب الّا (توحید و معرفت) سے مست و سرشار تھا۔"

مندرجہ بالا شعر میں "دیرِ مغاں" سے مراد ہے عارف باللہ لوگوں کی مجلسِ ذکر و فکرِ حق۔

ایں کارِ حکیمے نیست، دامانِ کلیمے گیر
صد بندۂ ساحل مست، یک بندۂ دریا مست   ص۳۰

ترجمہ: "کفر و باطل پر فتح پانا کسی فلسفی کا کام نہیں، اس مقصد کے لئے کسی کلیم (مردِ مجاہد) کا دامن پکڑ، کیونکہ ایک بندۂ دریا مست (مجاہد فی سبیل اللہ) سَو تن آسان اور عافیت طلب لوگوں سے بہتر ہے۔"

اس شعر میں محض حکیم (فلسفی) کی یہ خصوصیت بتائی گئی ہے کہ وہ ساحل (مراد گوشۂ تنہائی) پر بیٹھا مسائلِ حیات پر غور کیا کرتا

ہے، اور خطرات میں الجھنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ حالانکہ باطل سے جنگ آزما ہونا اور کفر و شر کو مٹانا مثلِ کلیمؑ دریائے نیل کی موجوں سے جنگ آزما ہونے پر منحصر ہے:

کم و بیش یہی مضمون "پیامِ مشرق" میں بالفاظ ذیل بیان کیا گیا ہے:-

سکندر با خضر خوش نکتۂ گفت
شریکِ سوز و سازِ بحر و بر شو
تو ایں جنگ از کنارِ عرصہ بینی
بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو!

ترجمہ: "سکندرِ جنگ آزما نے خضرِ گوشہ گیر سے از لقائے حیات پر ایک نہایت عمدہ نکتہ بیان کیا اور وہ یہ کہ "اے خضر! بحر و بر (سمندر اور زمین) کے ہنگامہ ہائے عمل میں شریک ہو۔ تو فقط میدانِ جنگ کے کنارے بیٹھ کر رزمگاہ کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ اُٹھ اور خود جہادِ زندگانی میں شہید ہو کر حیاتِ جاوداں حاصل کر لے"۔

خرقۂ آں برزخ لا یبغیان
دیدمش در نکتۂ لی خرقتان صلعم

ترجمہ:۔ "وہ پردہ جو بطور حدِ فاصل دو دریاؤں (میٹھے اور کھاری) میں حائل ہے، بطور مثال اپنی حکیمانہ تعبیر رسولِ کریم کے اس ارشاد میں پیدا کیے دیتا ہے کہ "میرے دو لباس ہیں، ایک فقر اور دوسرے جہاد"

دراصل علامہ مرحوم بیان یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت کی ذاتِ والاصفات دینی اور سیاسی قوت کا ایک مکمل اور بہترین مجموعہ تھی۔ بلحاظ فقر رسول کریم کی یہ شان تھی کہ پے در پے فاقے برداشت کئے ہیں، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہیں، سرہانے پتھر رکھ کر زمین پر سوئے ہیں۔ لیکن اُن کفار کو ہمیشہ دنداں شکن اور مایوس کن جواب دیا ہے جو زر و جواہر کے ڈھیر لگا کر اور حسین و جمیل لڑکیاں پیش کر کے آنحضرت کو صراطِ مستقیم سے منحرف کرنا چاہتے تھے۔ فقر کی تو یہ شان، اور جرأت و ہمت کا یہ عالم کہ ضروری اسلحہ اور مادی ساز و سامان مفقود ہوتے ہوئے بھی توکل علی اللہ میدانِ جہاد میں بے دریغ کود پڑے ہیں اور اکثر فتحیاب ہوئے ہیں۔ بنا بر ایں اگر فقر (غیرتِ دینی و ذکرِ حق) اور جہادِ فی سبیل اللہ

کا بہترین تو ازن ہمیں دیکھنا ہو تو آنحضرتؐ کی سیرت کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔ اِسی لئے ارشاد فرمایا :۔

لِیْ حِرْفَتَانِ اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ ؕ

میرے دو لباس ہیں۔ ایک فقر اور دُوسرے جہاد :۔

اسی مفہوم کو واضح کرنے کے لئے علامہ اقبال بطورِ مثال سورۂ رحمٰن کی ایک آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ فرمارہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے دو دریا (ایک میٹھا اور دوسرا کھاری) پہلو بہ پہلو بہ رہے ہیں اور اُن کے درمیان کوئی دیوار بھی حائل نہیں لیکن بایں ہمہ اُن کا پانی آپس میں ملنے نہیں پاتا۔ یہ قدرت کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس کا تذکرہ مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ میں موجود ہے :۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ

(پ۲۷ : ع۱۲)

ہم نے دو دریا (میٹھا اور کھاری) چھوڑ رکھے ہیں۔ وہ دونوں (دیکھنے میں) مل کر چلتے ہیں (لیکن ملتے ہرگز نہیں) اُن کے درمیان ایک آڑ ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتے۔

آشکارا دیدنش اسرائے ماست
در ضمیرش مسجدِ اقصائے ماست ص۳۲

ترجمہ :۔ "رسولِ کریمؐ کا آشکارا طور پہ دیدار کرنا ہمارے لئے معراج سے کم نہیں، اور اُس نبی الرحمتؐ کے ضمیر میں ہماری مسجدِ اقصٰے (سابق خانہ کعبہ) پوشیدہ ہے۔"

علّامہ اقبالؒ از بسکہ عشقِ رسولؐ میں سراپا مستغرق ہیں، لہٰذا دیدارِ رسولؐ کو مومن کی معراج قرار دیتے ہیں۔ اِسی بنا پر جو شخص بھی ضمیرِ رسولؐ میں غوطہ زن ہوُا، گویا اُس نے معراج کی پہلی منزل (مسجدِ اقصٰے) پالی، کیونکہ نبیٔ کریمؐ نے یہیں سے عرشِ معلّٰے کی جانب پروانہ کی تھی؛ مذکورہ شعر میں "اسرائے ما" اور "مسجد اقصائے ما" سے اشارہ مقصود ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی طرف :۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی	وہ خداوند (ہر عیب سے) پاک ہے جو
بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ	اپنے بندے (محمد صلعم) کو راتوں رات
الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی	ادب الی مسجد (خانہ کعبہ) سے دور
الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ	کی مسجد (بیت المقدس) میں لے گیا

بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ
مِنْ اٰيٰتِنَا ط اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ٥
(پ ۱۵ : ع ۱)

وہ مسجد جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم محمدؐ کو اپنی نشانیاں دکھلائیں بے شک وہی خدا ہے جو (سب کچھ) سنتا اور دیکھتا ہے۔

آنکہ حیٌّ لایموت آمد حق است
زیستن با حق حیاتِ مطلق است ص۴۳

ترجمہ :۔ "وہ ہستی جو ہمیشہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرتی، صرف اللہ تعالٰے کی ہستی ہے، لہٰذا حق ہی میں محو و مستغرق ہو جانا غیر فانی زندگی ہے" اِس شعر کا مفہوم صریحاً اشارہ کر رہا ہے مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب :۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ا
لْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

اللہ وہ ہے کہ نہیں کوئی معبود مگر اُسی کی ذاتِ برحق۔ وہ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔

برخور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات
می دہد مارا پیامِ لَاتَخَفْ
می رساند بر مقامِ لَاتَخَفْ

ترجمہ:۔ "اگر تو زندگی میں ثبات و استحکام چاہتا ہے تو قرآنِ مجید کی تعلیمات سے بہرہ ور رہو۔ میں نے قرآن کے ضمیر میں آبِ حیات کو مخفی پایا ہے۔ قرآنِ مجید ہمیں جری اور بے خوف رہنے کا پیغام دیتا ہے، اور یہی مومن کا مقامِ اعلیٰ ہے۔"

دوسرے شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ط	خوف مت کھا، کیونکہ دجّال کے مقابلے نتیجہ کار فتح تیری ہی ہوگی!

تا دو تیغِ لَا و اِلّا داشتیم
مَا سِوَا اللہ را نشاں نگذاشتیم ص۴۳

ترجمہ: "جب تک ہم مسلمان لَا (انکارِ غیر اللہ) اور اِلّا (اقرارِ توحیدِ باری تعالٰی) کی دو تلواریں رکھتے تھے، تب تک ہم اللہ کے دیگر معبودانِ باطل کو نیست و نابود کرتے تھے۔"

گوہرِ دریائے قرآں سُفتہ ام
شرحِ رمزِ صِبْغَۃَ اللہ گفتہ ام ص۴۳

ترجمہ: "میں نے دریائے قرآن کے گوہر (حکمت آموز حقائقِ قرآنی) اپنے رشتۂ الفاظ میں پروئے ہیں اور "صبغۃ اللہ" کی تسلی بخش تشریح کی ہے۔"

اس شعر کے مصرعِ دوم میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجۂ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب:۔

صِبْغَۃَ اللہِ ج وَمَنْ — اللہ تعالٰی کا رنگ اختیار کرو اور
اَحْسَنُ مِنَ اللہِ — اللہ تعالٰی سے بہتر رنگ اور کون دے

صِبْغَۃً (پ: ع) سکتا ہے؟

باقی رہا یہ سوال کہ خدا کے "رنگ" سے قرآن کی مراد کیا ہے اور اِسے کون کونسی صفات لازم ہیں؟ تو قرآن ہی کی اصطلاح میں اِس کا جواب ہے "تقویٰ"!

نزولِ قرآن اور جملہ تعلیماتِ اسلام کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ فطرتِ انسانی پر رنگِ تقویٰ ایسی پختہ صورت میں چڑھ جائے کہ نہ تو یہ رنگ رفتارِ زمانہ یا اہلِ باطل کی گمراہ کن ریشہ دوانیوں سے پھیکا پڑے اور نہ اِس کی جگہ "رنگِ ابلیس" اپنا تسلّط جمائے "تقویٰ" کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی مکمل پیروی، جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا عملی طور پر امتیاز۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اور آیۂ شریفہ میں "تقویٰ" کو انسان کا بہترین لباس قرار دیا گیا ہے:-

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا	اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر کپڑا اتارا
عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ	جو تمہاری شرمگاہ کو چھپاتا ہے اور بناؤ
سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ	کا سامان ہے! اور پرہیزگاری کا لباس
التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ	یہ لباس سب سے بہتر ہے!

(پ: ع)

اگر انسان اِس لباسِ تقویٰ میں ملبُوس ہے تو شریف و نجیب بھی ہے، اور قابلِ عزّت و[1] احترام بھی، ورنہ اطلس و کمخواب زیب تن کر لینے کے باوجود وہ بدتر از حیوانات[2] ہے، عُریاں ہے ننگِ وجود ہے!

ڈھانپے کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا (غالبؔ)

---

[1] تلمیح آیۂ شریفہ: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنے "اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم میں سے معزز ترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

[2] تلمیح آیۂ شریفہ: اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَذَل یعنے "خدا کے نافرمان و سرکش لوگ چوپایوں کی مانند ہیں، بلکہ اُن سے بھی ذلیل تر۔"

پس چه باید کرد

معارفِ "پس چہ باید کرد"

باش مانندِ خلیل اللہ مست
ہر کہن بت خانہ را باید شکست صٓ۵

ترجمہ: "حضرتِ ابراہیمؑ کی مانند ہمیشہ اللہ مست رہ، اور اس مستی میں ہر پرانے بت خانے کو پاش پاش کر دے۔"

اس شعر میں قرآنِ مجید کے اُس واقعہ کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے جس کی رُو سے حضرتِ ابراہیمؑ نے آذر کے بتکدے کو آناً فاناً تباہ کر دیا تھا۔ جب کفّار ایک بہت بڑا سالانہ میلہ دیکھنے کے لئے شہر سے باہر جانے لگے تو حضرتِ ابراہیم کو بھی اس تقریب پر دعوت دی۔ انھوں نے جواباً فرمایا کہ میں نہیں جا سکتا کیونکہ میں بیمار ہوں

دمراد یہ تھی کہ میں شرک وبُت پرستی کی کثرت دیکھ کر ایک روحانی اذیّت میں مبتلا ہوں) چنانچہ جب کفّار میلے کو چلے گئے تو حضرتِ ابراہیمؑ نے تنہائی کا بہترین فائدہ یہ اُٹھایا کہ بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اسی بنا پر فرمایا کہ : ہر کہن بُت خانہ را باید شکست !

عصرِ تو از رمزِ جاں آگاہ نیست
دینِ او جز حبِّ غیر اللہ نیست ص٦٦

ترجمہ :- "تیرا زمانہ تزکیہ رُوح کے راز سے بالکل بے خبر ہے ، اور اُس کا مذہب صرف یہ رہ گیا ہے کہ غیر اللہ کے لئے اپنا تمام سرمایۂ محبّت وقف کر دیا جائے "

اِس شعر کا مفہوم مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کئے دیتا ہے :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ	کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کا
يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	شریک دوسروں کو (مخلوق کو)
اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ	بناتے ہیں اور اللہ کے برابر اُن

كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (پ۲ : ع۴)

سے محبت کرتے ہیں جو لوگ پختہ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت سب سے زیادہ رکھتے ہیں: (یعنی اللہ کا حق محبت مخلوق کو نہیں دیتے)

یوسفِ ما را اگر گرگے برد
بہ کہ مزدے ناکسے او را خرد صلا

ترجمہ:۔ "ہمارے یوسفؑ (متاعِ ہنر) کو اگر کوئی بھیڑیا لے جائے تو یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ ایک جاہل و نااہل شخص اُس کو خرید ے"

اِس شعر کے مصرعِ اوّل میں قرآنِ مجید کے قصّہ حضرتِ یوسفؑ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جبکہ حاسد بھائی انہیں کنوئیں میں پھینک آئے اور باپ سے بافسردہ خاطر کہا "ہم نے تو جنگل میں یوسفؑ کی بہت حفاظت کی مگر بھیڑیا موقع پاکر اُسے چیر پھاڑ گیا۔ یہ ہے یوسفؑ کی قمیص جو خون میں لت پت ہو رہی ہے۔ ہم سچے ہوں جب بھی ہم پر یقین نہیں کریں گے۔" حضرت یعقوبؑ نے اِسے ایک خود ساختہ چیز قرار

دے کر اللہ تعالیٰ سے استمداد کی، اور اس دُعا کا ثمرہ حضرتِ یوسفؑ کے لئے مصر کے تخت و تاج کی صورت میں ظہور پذیر ہُوا۔

بھیڑیے کا یوسف کو اُٹھانا اگرچہ ایک مفروضہ واقعہ ہے، تاہم اقبالؒ نے اِس کو محض بطورِ مثال یہاں بیان کیا ہے۔ یہ برادرانِ یوسفؑ کے قول کی جانب اشارہ تو ہے، واقعہ کی تصدیق نہیں!

خوش بیا صبحِ مراد آوردۂ
ہر شجر را نخلِ سینا کردۂ — ص۹

ترجمہ: "اے آفتاب! خوش آمدید کہ تو ہمارے لئے صبحِ مراد لایا ہے اور ہر درخت کو تو نے اپنی تجلیات سے طور کا درخت بنا دیا ہے"

"نخلِ سینا" وادی طوی میں وہ مقدّس درخت ہے جس کے نیچے اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰؑ سے گفتگو فرمائی۔

چوں شود اندیشۂ قومے خراب
ناسرہ گردد بدستش سیمِ ناب

میرد اندر سینہ اش قلبِ سلیم
در نگاہِ او کج آید مستقیم صنا

ترجمہ:۔ "جب کسی قوم کے خیالات و احساسات خراب ہو جاتے ہیں تو اُس کے ہاتھ میں خالص چاندی بھی کھوٹی ہو جاتی ہے۔ اُس کے سینے میں قلبِ سلیم (حق پرست دل) مر جاتا ہے اور اس کی نگاہ میں سیدھا راستہ بھی ٹیڑھا معلوم ہوتا ہے۔"

دوسرے شعر کے مصرع اوّل میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب:۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۙ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۙ (پ۱۹ : ع۹)	روزِ قیامت نہ تو مال کسی کے کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ فائدہ تو صرف قلبِ سلیم (حق پرست دل) دیگا جو خدا کے حضور پیش کیا جائے۔

از نمِ او آتش اندر شاخِ تاک
در کفِ خاک از دمِ او جانِ پاک صـ۱۲

ترجمہ: "پیغمبر ہی کی نم (طراوتِ عمل) سے شاخِ تاک (رُوحِ کائنات) میں سوز پایا جاتا ہے اور اُسی کے دم سے کفِ خاک میں رُوحِ تازہ پیدا ہو جاتی ہے"

اِس شعر کے مصرعِ دوم میں اشارہ کیا گیا ہے حضرتِ عیسےٰ ع کے معجزۂ احیائے موتٰی کی جانب۔ آپ کے دم سے مُردے از سرِ نو زندہ ہو جایا کرتے تھے!

معنیٔ جبریل و قرآن است او
فِطرَةَ اللہ را نگہبان است او صـ۱۲

ترجمہ:- "نبی ہی مفہومِ قرآنی کا ترجمان ہے اور نبی ہی پیامِ جبریلؑ کا شارح ہے۔ نبی ہی اللہ تعالےٰ کی فطرت کا دنیا میں محافظ و نگہبان ہے"

اِس شعر کے مصرعِ دوم میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجۂ ذیل

آیۂ شریفہ کی جانب :-

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ	ایک طرف کا ہو کر اپنا منہ دینِ حق
حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ	کی طرف قائم رکھ۔ اُس دین پر
الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ	جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا
عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ	کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانونِ خلقت
اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ	و پیدائش بدل نہیں سکتا۔ یہ دینِ فطرت
الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ	ہی صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝	اس حقیقت کو سمجھتے نہیں!

درسِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ می دہد
تا دلے در سینۂ آدم نہد ص۱۳

ترجمہ :- "پیغمبر اپنی قوم کو مخلوق سے بے خوف و بے غم رہنے کا درس دیتا ہے اور اس درس کی برکت سے بنی آدم کے سینے میں محکم و توانا دل پیدا کر دیتا ہے"

اس شعر کے مصرعِ اوّل میں مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب

اشارہ کیا گیا ہے :-

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ	خدا کے سچّے دوست وہ ہیں جن پر
لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا	نہ تو کسی قسم کا خوف طاری ہوتا ہے
ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (پ۱۱: ع۱۱)	اور نہ وہ کبھی غمزدہ ہوتے ہیں!

مردِ حق! افسونِ ایں دیرِ کہن
از دو حرفِ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اشکن ۱۴۰

ترجمہ: "اے مردِ حق! اِس پرانے بُت خانے (دنیا) کا جادو رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے دو باطل سوز حروف سے توڑ دے۔"

مصرع دوم میں اشارہ کیا گیا ہے سجدہ کے اِن کلمات کی جانب سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی "میرا پروردگار شرک سے پاک ہے، اور اُس کی ہستی بلند و برتر ہے۔"

چوں فنا اندر رضائے حق شود
بندۂ مومن قضائے حق شود ص۱۴۲

ترجمہ :" جب بندۂ مومن اللہ تعالےٰ کی رضا میں فنا ہو جاتا ہے، تو اُس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔"

پیشتر ازیں اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی جاچکی ہے کہ مردِ مومن مسلسل ذکر و فکر سے آخر کار ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں خالق و مخلوق کے حواس کامل طور پر مربوط و متحد ہو جاتے ہیں۔ اور اُن میں کسی قسم کا بُعد و انفصال نہیں رہتا۔ یہ مفہوم اِس حدیثِ قدسی کی رُو سے بھی مدلل بنایا جاچکا ہے کہ " میرا بندہ ذکرِ حق سے آخر کار اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور میں اُس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔"

اگر یہ عقیدہ غلط ہے تو مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی تعبیر و تفسیر کیا ہوگی؟

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پ۹ : ع۱۶)	اے پیغمبر! تو نے وہ مٹھی کنکریوں کی نہیں پھینکی جب تو نے پھینکی۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالےٰ نے پھینکی تھی!

اِسی بنا پر علامہ اقبال رحؒ نے ایک دُوسری جگہ بھی ارشاد فرمایا ہے:۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کارکشا کارساز

اِسی مثنوی میں آگے چل کر مقصدِ بالا کو اور زیادہ تقویت پہنچائی ہے اور فرمایا ہے کہ ایسا فوق العادت اور فوق الادراک روحانی مقام صرف توحید کے ضبط و عمل سے پیدا ہوتا ہے :۔

گر بگیرد سوز و تاب از لاالٰہ
جز بکامِ او نہ گردد مہر و مہ

ترجمہ :۔ "اگر مردِ مومن لَاۤ اِلٰہ سے نور و سوز حاصل کرے تو اُس کی مرضی کے خلاف سورج اور چاند بھی حرکت نہیں کر سکتے"

لَا و اِلَّا احتسابِ کائنات
لَا و اِلَّا فتحِ بابِ کائنات
ہر دو تقدیرِ جہانِ کاف و نون
حرکت از لَا زاید از اِلَّا سکون ص ۱۹

ترجمہ:- "لَا (انکارِ ماسواء اللہ) اور اِلَّا (اقرارِ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ) کائنات کا بہترین محاسبہ ہے اور یہی دو حرف کائنات کے دروازے کی چابیاں ہیں۔ عالمِ کُن (یعنی دنیا) کی تقدیر ہیں تمام اشیاء کی حرکت لا (نفیِ شرک) سے پیدا ہوتی ہے اور اُن کا قرار الّا (اقرارِ توحید) پر ہوتا ہے۔"

دُوسرے شعر میں کاف اور نون کو ملا کر لفظِ "کُن" جو پیدا ہوتا ہے تو اس کا اشارہ مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب ہوا:-

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ	اللہ تعالیٰ کا حکم تو اِس شان کا ہے جب
شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ	وہ کوئی شے پیدا کرنا چاہے تو فرماتا
فَيَكُوْنُ ۝ (پ۲۳ : ع)	ہے "ہو جا" پس وہ (پیدا) ہو جاتی ہے۔

فقرِ خیبر گیر با نانِ شعیر
بستۂ فتراکِ او سلطان و میر ص۲۳

ترجمہ:- "فقر نے صرف جَو کھا کر درّۂ خیبر کو فتح کر لیا اور اِس فقر کی رسّی میں امیر وغریب اور بادشاہ و فقیر یکساں طور پر جکڑے ہوئے ہیں۔"

اِس شعر کے مصرعِ اوّل میں شیرِ خدا حضرت علیؓ کے کارنامۂ تسخیرِ خیبر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ مراد یہ کہ مسلمان کے رگ و پے میں اِس قدر حیرت انگیز اور ناقابلِ تسخیر قوّت صرف درگاہِ الٰہی کا فقیر بن جانے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اِسی مفہوم کے پیشِ نظر ایک اُردو شعر میں فرمایا:۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوّتِ حیدری

برگ و سازِ او ز قرآنِ عظیم
مردِ درویشے نہ گنجد در گلیم ص ۲۳

ترجمہ:۔ "مردِ درویش اپنی کملی میں نہیں سما سکتا، کیونکہ اُس کی بلند پرواز روح تو اپنی غذا اور توانائی قرآنِ عظیم سے حاصل کرتی ہے۔"

اگر یہاں لفظِ "عظیم" کو محض قرآنِ مجید ہی کی ایک صفت تصوّر کر لیا جائے تو تشریح کا سوال پیدا نہیں ہوتا، لیکن اگر "قرآنِ عظیم" کی ترکیب کو ایک آیۂ قرآنی کا جزو سمجھا جائے، تو اس کی مکمل صورت

حسب ذیل ہے :-

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ○ (پ۱۴ : ع) — اور ہم نے تجھ کو سات (آیتیں) (دیں) جو دہرائی جاتی ہیں اور بڑا قرآن عطا کیا!

اِس صورت میں "قرآنِ عظیم" سے مراد ہے سورۂ فاتحہ جو تعلیماتِ قرآنی کا حاصل وجوہر ہے اور مومن کا اصولِ حیات!

قلب را قوّت از جذب و سلوک
پیشِ سلطاں نعرۂ او "لا ملوک" ص۲۴

ترجمہ :- "مردِ مومن کے دل کی توانائی جذبِ حق اور اختیارِ صراطِ مستقیم سے ہے۔ وہ بادشاہِ وقت کے سامنے بھی بے باکانہ یہ نعرہ لگاتا ہے کہ : "جابر و مستبد بادشاہوں کو فنا کر دو!"

"لَا مُلُوْكَ" کے الفاظ سے جہاں جبر و استبداد اور مطلق العنانی کی شدید تردید ہوتی ہے، وہاں اسلامی جمہوریت کی پُرزور تائید بھی!

مومناں را گفت آں سُلطانِ دیںؐ
"مسجدِ من ایں ہمہ رُوئے زمیں" ص ۲۵

ترجمہ: یہ "اس سلطانِ دین (نبیِ کریمؐ) نے مومنوں سے فرمایا کہ" ہماری مسجد تمام رُوئے زمین ہے!"

سابقہ شریعتوں میں یہ قانون تھا کہ ایک مخصوص زمین اور مخصوص معبد کے بغیر فریضۂ عبادت اور کہیں بھی ادا نہیں کیا جا سکتا تھا، مگر اسلام نے آ کر جہاں اور بہت سی آسانیاں پیدا کیں، وہاں ایک سہولت یہ بھی تھی کہ نماز روئے زمین کے کسی ٹکڑے پر بھی ادا کی جا سکتی ہے اور پانی نہ ملنے پر تیمم ہی سے ادا کی جا سکتی ہے۔ یہ اس لئے کہ حسبِ آیۂ قرآنی: يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

"اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانیاں چاہتا ہے، اور کسی معاملے میں تم پر تنگی اور تکلیف روا نہیں رکھتا۔"

فقرِ عریاں گرمیٔ بدر و حنین
فقرِ عریاں بانگِ تکبیرِ حسینؓ ص۲۷

ترجمہ :- "بے نقاب فقر ہی بدر و حنین جیسے معرکہ ہائے حق و باطل کی گرمی و حرارت ہے، اور بے نقاب فقر ہی تکبیرِ حسینؓ کا نعرۂ باطل شکن ہے۔"

اسلام کا جذبۂ فقر جب تک پنہاں رہے، سمجھنا چاہیئے کہ وہ حالتِ جمال میں ہے، لیکن جب وہ عریاں ہو یعنی میدانِ عمل میں مجاہدانہ اقدام سے اُتر آئے، تو یہ اُس کی حالتِ جلال ہے، جو اہلِ کفر کے لیئے ہمیشہ ناقابلِ مقاومت رہی ہے۔ پس اقبالؔ مومن کے مجاہدانہ عزم و جلال ہی کو "فقرِ عُریاں" سے تعبیر کرتا ہے! اِسی بنا پر دُوسرے شعر میں فرمایا :-

فقر را تا ذوقِ عریانی نماند
آں جلال اندر مسلمانی نماند

ترجمہ :- "جب سے فقر میں ذوقِ عریانی (جذبۂ جہاد) نہ رہا مسلمانی میں بھی پہلا سا جلال نہ رہا۔"

مردِ حُر محکم ز وردِ لَاتَخَفْ
مابمیداں سر بجیب ، او سر بکف ص ۳۲

ترجمہ :۔ مردِ آزاد آیہ لَاتَخَفْ (مت ڈر) کے وِرد سے روز بروز مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہم تو میدانِ جنگ میں اپنا سر گریبان کے اندر چھپاتے ہیں، لیکن وہ اپنا سر ہتھیلی پر لئے پھرتا ہے "

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیہ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے :۔
لَاتَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ط — خوف مت کھا، کیونکہ (خلافِ باطل) نتیجہ کار تو ہی فتحیاب ہوگا !

مال را گر بہرِ دیں باشی حمول
نِعْمَ مَالٌ صَالِحٌ گوید رسُولؐ ص ۳۶

ترجمہ :۔ " اگر تو مالِ حلال کو نشر و اشاعتِ دین اور فرائض شریعت کی پیروی کے لئے جمع کرتا ہے تو ایسا مال حسبِ ارشاد نبویؐ صالح اور پاک ہے "

مندرجہ بالا ارشادِ نبوی کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ : بہترین مال وہ ہے

جو صالح ہے۔" اب "صالح" ایک ایسا جامع اور پُر معنی لفظ ہے، جسے بیک وقت حلال، پاکیزہ، منظورِ حق اور سرمایۂ حیاتِ ملّی قرار دیا جا سکتا ہے۔ حاصل گفتگو یہ ہوا کہ جو مال حفظِ دین، حفظِ حقوقِ مسلمین اور اشاعتِ اسلام کے لئے بہ اخلاصِ نیّت جمع کیا جائے، اُسے نہ تو "کنز" کہہ سکتے ہیں اور نہ اُس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی تعزیر ہے!

تا ندانی نکتۂ اکلِ حلال
بر جماعت زیستن گردد وبال
آہ یورپ زیں مقام آگاہ نیست
چشمِ او ینظُر بنورِ اللہ نیست ص ۳۷

ترجمہ: "جب تک تو حلال روزی کھانے کا نکتہ نہیں سمجھے گا، جماعتِ اسلامیہ پر جینا وبال ہو جائے گا۔ آہ یورپ اِس مقام سے آگاہ نہیں ہے، کیونکہ اُس کی آنکھ اشیائے عالم کو نورِ الٰہی کی روشنی میں نہیں دیکھ سکتی۔"

دوسرے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل ارشادِ نبویؐ

کی جانب :-

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ	مومن کی فراست سے ڈرتے رہو
فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ	کیونکہ وہ چیزوں کی حقیقت و ماہیت
اللّٰہِ ط	کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے!

پہلے شعر میں اکلِ حلال (حلال روزی) کی اہمیّت بیان کی گئی ہے کہ اِس کے بغیر قوم کی حیاتِ اجتماعی پراگندہ ہو جاتی ہے۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبوی میں رزقِ حلال کی تعریف اور رزقِ حرام کی مذمّت متعدّد جگہ موجود ہے، اور اسی بنا پر علاّمہ مرحوم نے اس موضوع پر چند پُرزور اشعار ارشاد فرمائے ہیں۔ مثلاً :-

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھّی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اُس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لئے ارجمند

اسے جس سے دنیا میں گردن بلند
فرقالِ محمود سے درگذر
خودی کو نگہ رکھ ایازی نہ کر
وہی سجدہ ہے لائقِ اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

از شریعت احسن التقویم شو
وارثِ ایمانِ ابراہیمؑ شو صنا

ترجمہ: "اے مسلمان! شریعت کی پابندی سے "بہترین صورت" ہونے کا صحیح معنوں میں مستحق بن جا، اور اس طرح دینِ ابراہیمی (مقامِ توحید و معرفت) کا وارث ہو"

اِس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝

ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے لیکن پھر (بدعمل ہونے پر) ہم نے اس کو نیچوں سے نیچا پھینک دیا۔
(پ ۳۰: ع ۲۰)

پیشِ فرعوناں بگو حرفِ کلیمؑ
تا کند ضربِ تو دریا را دو نیم صـ۴۷

ترجمہ:- اِس عہد کے فرعونوں کے سامنے کلیم اللہ جیسا نعرہ حق بر پا کر تاکہ تیری ضرب دریا کو بھی دو ٹکڑے کر دے۔"

اِس شعر کے مصرعِ دوم میں معجزۂ شقِ نیل کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح مصرعِ اوّل میں "حرفِ کلیم" سے مراد ہیں تبلیغِ حق وصداقت کے وہ کلمات جو حضرتِ موسیٰؑ نے توحیدِ باری تعالےٰ اور صراطِ مستقیم کے متعلق فرعون کے بھرے دربار میں ارشاد فرمائے۔ قرآنِ مجید میں وہ الفاظ حسبِ ذیل ہیں:-

قَالَ مُوسٰى يٰفِرۡعَوۡنُ	موسٰےؑ نے کہا کہ اے فرعون! میں
اِنِّىۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ	پروردگارِ دو عالم کی طرف سے رسول
الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ حَقِيۡقٌ	بن کر آیا ہوں۔ میں (اپنے منصب کے
عَلٰٓى اَنۡ لَّاۤ اَقُوۡلَ عَلَى	اعتبار سے) یقیناً اِس قابل ہوں کہ
اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ ؕ قَدۡ	اللہ تعالےٰ کے متعلق کوئی بات نہ کہوں
جِئۡتُكُمۡ بِبَيِّنَةٍ مِّنۡ	مگر جو صحیح وصادق ہے۔ میں تمہارے

رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ
بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ۝
(پ ۹ : ع ۳)

مالک کی طرف سے تمہارے پاس پیغمبری کی واضح نشانی لے کر آیا ہوں پس (مظلوم) بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے (کہ میں انہیں آزاد سرزمین میں لے جاؤں)"

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
مَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ
مُّوْقِنِيْنَ ۝ رَبُّكُمْ وَ
رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۝
(پ ۱۹ : ع ۲)

فرعون نے کہا اچھا اب یہ تو بتا کہ پروردگارِ دو عالم کے کیا معنی ہیں؟ موسیٰؑ نے کہا وہی خدائے واحد جو آسمان و زمین اور اُن کے مابین تمام مخلوق کا خالق و پرورش کنندہ ہے اگر تم اس پر یقین لاؤ۔ وہی تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا پروردگار ہے۔ وہی خدا "رب العالمین" ہے جو مشرق و مغرب اور ان کے درمیان تمام جاندار کا پرورش کنندہ ہے اگر تم عقل و شعور سے کام لو!

در بدن داری اگر سوزِ حیات
ہست معراجِ مسلماں در صلوٰت صنہ ۵

ترجمہ: "اگر تو اپنے جسم میں سوزِ حیات رکھتا ہے تو سمجھ لے کہ مسلمان کی معراج نماز ہے"

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل ارشادِ نبویؐ کی جانب:-

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن نماز مومنوں کیلئے بمنزلۂ معراج ہے۔

اے در و دشتِ تو باقی تا ابد
نعرۂ لا قیصر و کسریٰ کہ زد؟ ص ۵۱

ترجمہ: "اے اُمّتِ عربیہ! تیرے در و دشت (آبادی و صحرا) تا ابد سلامت رہیں، لا قیصر و کسریٰ کا نعرہ کس نے لگایا تھا؟

اِس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل حدیث کی جانب:

اِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ

جب قیصر (مجاہدین کے ہاتھوں) ہلاک ہو جائیگا تو اُس کے بعد اُس کا جانشین نہیں ہوگا۔ اسی طرح جب کسریٰ بھی ہلاک ہو جائیگا تو اُس کے بعد کوئی کسریٰ اُس کا قائم مقام نہیں ہوگا!

علم و حکمت ریزۂ از خوانِ کیست؟
آیۂ فاصبحتم اندر شانِ کیست؟ صـ۵۱

ترجمہ :- "علم و حکمت کس کے دسترخوان کا ایک ریزہ ہے اور آیہ ذیل کس کی شان میں نازل ہوئی :-

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ	اے مسلمانو! اللہ تعالےٰ کا وہ احسان
عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً	یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن
فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ	تھے پھر اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں
فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ	میں انس و محبت کا جذبہ پیدا کیا اور
إِخْوَانًا ج	اُس کے فضل و کرم سے تم آپس میں
(پ۴ : ع۱)	بھائی بھائی بن گئے!

از دمِ سیرابِ آں اُمّی لقب
لالہ رُست از ریگِ صحرائے عرب صـ۵۱

ترجمہ :- "اُس امی لقب (آنحضرتؐ) کے ایک ہی دم سے صحرائے عرب میں بے شمار گلِ لالہ پیدا ہونے لگے"

نبیِ کریمؐ کے لئے "اُمّی" کا لقب اللہ تعالےٰ اور اُمّتِ محمدیّہ کے نزدیک انتہائی طور پر قابلِ فخر و احترام ہے، کیونکہ قرآنِ مجید میں متعدد جگہ اِس کا تذکرہ موجود ہے اور ہر جگہ آنحضرتؐ کی جامع علم و حکمت صفات پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً :-

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ	یہ لوگ وہ ہیں جو اُس پیغمبر اَن پڑھ
النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ	نبی (حضرت محمدؐ) کی پیروی کرتے ہیں جس کا
یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا	ذکر اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا
عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ	ہوا پاتے ہیں وہ نبیؐ اُن کو اچھے کام
وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ	کرنے کا حکم دیتا ہے اور بُرے کاموں سے
بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ	منع کرتا ہے اور صاف ستھری (پاکیزہ)
عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ	چیزیں اُن کیلئے حلال کرتا ہے اور ناپاک
الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ	چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے۔ وہ نبیؐ اُن کا
عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ	بوجھ (سابقہ سخت احکام) ہلکا کر
عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ	دیتا ہے اور وہ (رسم و رواج کے)
الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ ؕ	پھندے کھول دیتا ہے جو اُن پر

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ	پڑے تھے۔ پھر جو لوگ اُس پیغمبرؐ پر
عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا	ایمان لائے اُس کی عزت کی، امداد کی،
النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ	اور اُس نور (قرآنِ مجید) کا اتباع کیا
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	جو اُس کے ساتھ اتارا گیا، وہی لوگ
(پ ۹ : ع ۱۹)	مراد پانے والے ہیں !

باقی رہا یہ سوال کہ شعر کے مصرعِ دوم میں "گلِ لالہ" سے کیا مُراد ہے تو جواباً عرض ہے کہ اِس سے وہ خلفائے اربعہ اور اکابر صحابہ مراد ہیں جنہوں نے اسلام کو ہر ممکن قربانی دے کر فروغ بخشا اور پیغامِ حق چار دانگِ عالم میں پہنچایا۔ علاّمہ مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ بھی اُسی "اُمّی" لقب کے "دمِ سیراب" کی برکت ہے کہ صحرائے عرب جیسی بنجر سرزمین سے بھی ایسے ایسے اعاظم رجال اور گُل ہائے یگانہ پیدا ہوتے !

تیغ ایّوبی نگاہِ بایزید
گنجہائے ہر دو عالم را کلید   ص۵۲

ترجمہ :- غازی صلاح الدین ایّوبیؒ کی تیغِ باطل سوز اور حضرتِ بایزید

بسطامی کی نگاہِ معرفت آموز ہر دو عالم کے خزائن کی چابیاں ہیں"۔

اِس شعر میں "تیغِ ایوبی" سے مُراد ہے مادی ساز و سامان اور سیاسی قوّت و اقتدار۔ اسی طرح "نگاہِ بایزید" سے مراد ہے صحبتِ اہل اللہ، ذکرِ الٰہی اور تزکیۂ رُوح۔ انہیں ہر دو اشیا کے مناسب و موزوں اختلاط کا نام ہے "اسلام"۔

عقل و دل را مستی از یک جام مے
اختلاطِ ذکر و فکرِ رُوم و رَے ص۵۲

ترجمہ: "عقل اور دل کی مستی ایک ہی جام مے سے ہے۔ وہ جام مے ہے کیا؟ حضرت مولانا جلال الدین رومی کے "ذکر" اور امام فخر الدین رازی کے "فکر" کا مکمل ربط و اختلاط!"

حسبِ تعلیماتِ قرآنی محض فکر بلا ذکر سراسر بے سود ہے اِسی طرح ذکر بلا فکر بھی لاحاصل شے ہے۔ اِن ہر دو کا ربطِ کامل ہی انسانِ کامل پیدا کرتا ہے۔ اصطلاحاتِ قرآنی کی روشنی میں "ذکر" سے مراد ہے مسلسل اور غیر مختتم یادِ الٰہی، اور "فکر" سے مراد ہے اشیائے کائنات

ہیں مسلسل غور و تدبّر جو نتیجۂ کار انسان کو مخلوق سے بے نیاز کر کے خالق سے واصل کر دے اور مقامِ توحید سمجھا دے، جیسا کہ حضرتِ ابراہیمؑ نے سمجھا اور فرمایا: لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ یعنی "میں عارضی اور فانی چیزوں سے محبّت نہیں کر سکتا۔"

ہر کہ آیاتِ خدا بیند حُر است
اصلِ ایں حکمت ز حکمِ اُنظُر است   ص۵۷

ترجمہ: "جو شخص بھی آیاتِ الٰہی میں غور کرے، صحیح معنوں میں آزادِ قیدِ مخلوق ہے۔ اس حکمت کی بنیاد حکمِ اُنْظُرْ پر رکھی گئی ہے۔"

اِس شعر میں تاکید کی گئی ہے مشاہدۂ کائنات کی اور اشارہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی جانب :-

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ	کیا یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسی
کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَی السَّمَآءِ	(عجیب) ساخت میں پیدا کیے گئے
کَیْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَی الْجِبَالِ	ہیں اور آسمان کو کہ وہ کیسا اونچا رکھا
کَیْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَی الْاَرْضِ	گیا ہے اور پہاڑوں کو کہ وہ کیونکر زمین

كَيْفَ سُطِحَتْ فَذَكِّرْ ط إِنَّمَآ أَنْتَ مُذَكِّرٌ ط لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ○ (پ ۳۰ : ع ۱۳)

بچھائی گئی ہے پس اے پیغمبر! تو انہیں وعظ نصیحت کرتا رہ کیونکہ تیرا فرض فقط سمجھا دینا ہے تو اُن پر کوئی داروغہ نہیں (کہ انہیں گھسیٹ کر راہِ راست کی طرف لے آئے)۔

رائے بے قوّت ہمہ مکر و فسوں
قوّتِ بے رائے جہل است و جنوں ۵۹

ترجمہ:۔ "اے مسلمان! محض مجلسِ شوریٰ (لیگ) اجتماعی تنظیم و قوّت کے بغیر فریب ہے، ساحرانہ شعبدہ ہے۔ اسی طرح سیاسی قوّت مجلسِ شوریٰ کے بغیر جہالت و جنون کی علامت ہے"۔

علّامہ مرحوم کی نظر میں فقط رائے (مجلسِ شوریٰ) بغیر سیاسی قوّت واقتدار کے بالکل فضول شے ہے، اور اسی طرح محض سیاسی قوّت بغیر رائے (مجلسِ شوریٰ و نظامِ جمہوریّہ) جنون و حماقت ہے! خصوصاً

مصرعِ دوم میں مسلمانوں کے لئے مجلسِ شوریٰ کی اہمیت بیان کی جارہی ہے! اور ایک طرح سے اشارہ ہے اِس آیۂ قرآنی کی جانب :-

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (پ : ع) — مسلمانوں کے تمام معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں!

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (پ : ع) — اے پیغمبرؐ! جملہ امور میں اپنے اصحاب سے مشورہ کر لیا کر!

مومن واز رمزِ مرگ آگاہ نیست
در دلش لَا غَالِبَ اِلَّا اللّٰہ نیست — ص۶۶

ترجمہ :- "مومن موت کی رمز سے آگاہ نہیں ہے، اور اُس کے دل میں اِس اصولِ حیات پر مکمل ایمان نہیں ہے کہ سوائے اللہ کے غلبہ و اقتدار کا حق اور کسی کو حاصل نہیں"

خدائے واحد کے خوف، اُسی کے غلبہ و اقتدار اور اُسی کی حکومت کو تسلیم کرنا ایمان کا سنگِ بنیاد ہے یعض صوفیا کا عقیدہ تو اِس حد تک

پُختہ ہے کہ اُن کے نزدیک لشکرِ مومنین کا غلبہ بھی در پردہ خدا ہی کا غلبہ ہے، کیونکہ "حکومتِ تام کل" کا حق صرف اُسی لازوال حکمران کو پہنچتا ہے:-

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

اقبال

زبورِ عجم

"معارفِ زبورِ عجم"

خاکم بہ نورِ نغمۂ داؤد برفروز
ہر ذرّۂ مرا پر و بالِ شرر بدہ ص۵

ترجمہ:۔ "الٰہی تو میری خاک کو نغمۂ داؤد کے نور سے روشن کر، اور میرے ہر ذرّہ کو شرر کی سی حرارت و پرواز عطا فرما۔"

"نغمۂ داؤد" سے اشارہ مقصود ہے "لحن داؤدی" کی جانب۔ روایت ہے کہ حضرتِ داؤد زبور کو قرأت کے ستّر انداز میں پڑھتے تھے، اور آپ کی آواز میں اس قدر موسیقی و ترنّم اور سوز و اثر تھا کہ تمام اڑنے اور چلنے والی مخلوق بت کی مانند ساکت و صامت ہو کر آپ کی معجز نما قرأت کو سنتی تھی!

چہ عجب اگر دو سلطاں بہ ولائتے نہ گنجد
عجب ایں کہ می نگنجد بد و عالمے فقیرے ص ۱۳۵

ترجمہ :- "اس میں کوئی تعجب نہیں کہ دو بادشاہ ایک ملک میں سما نہیں سکتے۔ تعجب تو اس میں ہے کہ ایک فقیر (مردِ حق) ہر دو عالم میں نہیں سما سکتا"

مراد یہ کہ ایک فقیرِ درگاہِ الٰہی ذکر و عبادت کی برکت سے ایک ایسی رُوحانی معراج حاصل کر لیتا ہے جو زمان و مکان کی پابندیوں سے بالاتر ہے، اور جس کی جولانیٔ پرواز ہر دو عالم کو بھی خاطر میں نہیں لاتی۔ وہی بات ہوئی کہ :-

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تُو ہے

شعر کے مصرعِ اوّل میں اشارہ کیا جا رہا ہے شیخ سعدیؔ کے اس مشہور مقولہ کی جانب ! "دو درویش در گلیمے بگنجند و دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند"

ندارد عشق سامانے ولیکن تیشہ دارد
خراشد سینۂ کہسار و پاک از خونِ پرویز است ص۱۶

ترجمہ:۔ "عشقِ صادق بظاہر کوئی ساز و سامان نہیں رکھتا لیکن جو معمولی تیشہ اُس کے پاس ہے اُس سے وہ سینۂ کوہسار کو کھودتا ہے اور بایں ہمہ خونِ پرویز سے آلودہ نہیں ہوتا"

اِس شعر میں فرہاد کے عشقِ شیریں اور واقعۂ کوہ کنی کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے۔ خسرو پرویز اگرچہ فرہاد کا رقیب اور دشمن تھا۔ تاہم اپنا تیشہ خونِ دشمن سے آلودہ کئے بغیر اُس نے جوئے شیر لا کر اپنی قوتِ عزم اور جذبۂ تسخیر کا عملی ثبوت پیش کیا۔ اقبالؒ کے نزدیک سخت کوشی اور قوتِ تسخیر ہی عشق کا مقامِ اعلےٰ ہے!

او بیک دانۂ گندم بزمینم انداخت
تو بیک جرعۂ آب آنسوئے افلاک انداز ص۴۰

ترجمہ:۔ "خدا نے تو ایک دانۂ گندم کھانے کے عوض مجھے بہشت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا، لیکن اے ساقی! تو پانی کا ایک گھونٹ

دے کر مجھے آسمانوں کے اُس پار (قریبِ عرش) پھینک دے۔

اِس شعر میں قصۂ ہبوطِ آدم کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے۔ آدم اور حوّا نے شیطان کے بہکانے سے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لیا، اور لازمی کثافتوں کے باعث روئے زمین پر پھینک دئے گئے۔ مصرعِ دوم میں "تو" کا خطاب ساقی سے ہے اور ساقی سے مراد ہے آنحضرتؐ کی ذاتِ والاصفات جنہوں نے شریعتِ حقّہ کا آبِ حیات دے کر صحیح معنوں میں ہمیں زندۂ جاوید بنا دیا۔ اقبال کہتا ہے کہ یا رسول اللہ مجھے اپنے آبِ محبت کا ایک گھونٹ دے کر آسمانوں کے اُس پار لے جائیے، یعنی اللہ تعالےٰ سے واصل کر دیجیے!

مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ می خواہی، ز خاکی بیش ازاں خواہی　　ص۱۶۱

ترجمہ:- بندگی کا مقام اور ہے اور عاشقی کا مقام اور۔ الٰہی! تو نوری (فرشتے) سے تو سجدہ چاہتا ہے، مگر خاکی (انسان) سے سجدہ و عبادت کے ساتھ ہی ساتھ مالی اور جانی قربانی بھی

مانگتا ہے":

"بیش از آں" یعنی سجدے سے بہت بلند خدمات۔ وہ ممتاز خدمات ہیں کیا؟ یہی کہ باطل کے خلاف حق کی اشاعت وحمایت میں مال تو توکیا، جان کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا جائے، جیسا کہ ذیل کی آیۂ شریفہ میں فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ	بیشک اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں
الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ	سے اُن کی جان اور مال کو مول
وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ	لے لیا ہے۔ اِس کے بدل اُن کو
الْجَنَّۃَ ط یُقَاتِلُوْنَ	بہشت ملیگی۔ وہ اللہ کی راہ میں
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ	لڑتے ہیں۔ پھر کافروں کو مارتے
وَیُقْتَلُوْنَ (پ۱۱: ع۳)	ہیں اور (خود بھی) مارے جاتے ہیں۔

تیشہ اگر بسنگ زد ایں چہ مقامِ گفتگو ست
عشق بدوش می کشید ایں ہمہ کوہسار را ۲۳۷

ترجمہ:۔ "اگر عشق نے پتھر پر تیشہ مارا (اور جوئے شیر جاری کر دی) تو یہ

کونسا مقامِ تعجب ہے؟ عشق تو بحالتِ جلال تمام پہاڑ کو بھی اپنے کاندھے پہ اُٹھا سکتا ہے!

مصرعِ اول میں فرہاد کے پہاڑ کاٹنے اور جوئے شیر لانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مقدّر است کہ مسجودِ مہر و مہ باشی
ولے ہنوز ندانی چہا توانی کرد ۹

ترجمہ: "اے مسلمان! خدا کے نزدیک یہ فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ چاند اور سورج بھی تجھے سجدہ کریں، لیکن ہنوز تو اس راز سے بے خبر ہے کہ انہیں کیونکہ مسخر کیا جا سکتا ہے"

انسان اور خصوصاً "مسلمان" چونکہ روئے زمین پہ خدا کا خلیفہ ہے، "احسنِ تقویم" کی رُو سے بہترین شکل و ہیئت رکھتا ہے، اور ہر لحاظ سے اشرف المخلوقات ہے، لہٰذا حسبِ آیاتِ قرآنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق اس کی خدمت و اطاعت کے لئے شب و روز وقف ہو رہی ہے۔ حد یہ ہے کہ سورج اور چاند ستارے

بھی اس کے غلام ہیں۔ چنانچہ ذیل کی آیۂ شریفہ اِس حقیقت پر دال ہے :۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (پ۲۵ : ع۱۶)

اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ اُس کے حکم سے اِس میں جہاز چلائیں اور تاکہ تم اُس کا فضل (رزق) ڈھونڈو اور (نعمتوں کا) شکریہ ادا کرو۔ اور جتنی چیزیں آسمان میں (مثلاً چاند سورج اور ستارے) اور زمین میں (جمادات، نباتات، حیوانات) ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا مطیع و فرمانبردار بنا دیا ہے، بیشک اس میں (تسخیر اشیائے کائنات میں) غور و فکر کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

پس "مسجودِ مہر و ماہ" ہونے کا یہی مرتبۂ رفیع ہے جو اللہ تعالےٰ نے خصوصاً مسلمان کو عطا فرمایا ہے، لیکن یہ مرتبہ مشروط ہے اس شرط سے کہ وہ صحیح معنوں میں "مومن" اور "صالح" ہو!

رہ و رسمِ فرمانروایاں شناسم
خراں بر سرِ بام و یوسف بچاہے ص ۱۰۵

ترجمہ:۔ "میں بادشاہوں کی راہ و رسم سے بخوبی واقف ہوں وہ گدھوں (نالائق اور حرام خور لوگوں) کو تو بلند ترین منصب دے دیتے ہیں، مگر یوسفؑ (قابل و دیانتدار لوگوں) کو کنوئیں میں (قعرِ گمنامی میں) پھینک دیتے ہیں۔"

مصرعِ دوم میں حضرتِ یوسفؑ کے مشہور قصّہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کی رو سے حاسد بھائیوں نے یوسفؑ کو کنوئیں میں پھینک دیا تھا اور باپ سے کہا تھا کہ اُسے بھیڑیا کھا گیا ہے!

فریاد ز افرنگ و دلآویزیٔ افرنگ
فریاد ز شیرینی و پرویزیٔ افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزیٔ افرنگ
معمارِ حرم! باز بہ تعمیرِ جہاں خیز
از خوابِ گراں، خوابِ گراں خوابِ گراں خیز
از خوابِ گراں خیز!

ص ۱۱۸

ترجمہ:۔ افرنگ اور اُس کی مصنوعی دل کشی کے متعلق میں فریاد کرتا ہوں۔ میں اُس کی شیرینی (عشق و ہوس کاری) اور پرویزی (دشمنی و فریب کاری) کے متعلق بھی فریاد کرتا ہوں۔ تمام دنیا افرنگ کے ظلم وستم اور چنگیزی حرکتوں سے ویران ہو چکی ہے۔ اے معمارِ حرم (مسلمان!) دنیا کو اسلام کی روشنی میں از سرِ نو تعمیر کر، اور خوابِ گراں سے بیدار ہو!

اس بند کے مصرعِ دوم میں خسرو پرویز کے عشقِ شیریں، اور فرہاد کے متعلق اس کی عیاری و فریب کاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح مصرعِ چہارم میں "معمارِ حرم" سے مراد ہے مسلمان، کیونکہ از روئے

قرآن مسلمان کے "روحانی باپ" ابراہیم علیہ السّلام نے حرمِ کعبہ کی تعمیر کی تھی!

بیا کہ مثلِ خلیلؑ ایں طلسم در شکنیم
کہ جز تو ہر چہ دریں دیر دیدہ ام صنم است ص۱۲۴

ترجمہ:۔ "اے ربِّ واحد! میری امداد کر کہ میں بھی ابراہیمؑ کی مانند دنیائے فانی کے اس طلسم کو توڑ دوں، کیونکہ تیری ہستی کے سوا میں نے جو کچھ بھی اس بت خانہ (دنیا) میں دیکھا ہے وہ صنم (باعثِ شرک و کفر) ہے!"

یہ شعر موضوعِ "توحید" پر حدِّ توصیف سے باہر ہے اور وحدتِ باری تعالیٰ کے متعلق تعلیماتِ قرآن کی باحسنِ وجوہ ترجمانی کر رہا ہے حاصل شعر یہ ہے کہ وجودِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اور وہی لائقِ محبّت و پرستش ہے۔ باقی کائنات محض سامانِ شرک ہے اور اس کا ہر عنصر صنم کا حکم رکھتا ہے جسے مثلِ خلیلؑ پاش پاش کر دینا چاہیئے۔ حضرتِ ابراہیمؑ شروع میں تو اشیائے کائنات کے جذب و کشش میں محو ہو جانے لگے، لیکن

جب مقامِ توحید آشکار ہوا تو فرمایا :- لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ :-
یعنی "میں غروب (فنا) ہونے والی چیزوں سے محبت نہیں کر سکتا"

از کلیمے سبق آموز کہ دانائے فرنگ
سینۂ بحر شگافید و بہ سینا نرسید صـ۱۳۹

ترجمہ: "اے مسلمان! کسی کلیم (صاحبِ بصیرت و روحانیت) سے (زندگی کا) سبق حاصل کر، اس لئے کہ دانائے فرنگ (انگریز) نے یوں تو سینۂ بحر چیر کر رکھ دیا (جہاز اور آبدوزیں چلا دیں) مگر طور کے جلووں تک رسائی حاصل نہ کر سکا (نورِ ایمان سے محروم رہا)"۔

اس شعر میں ضمناً حضرتِ موسیٰؑ کے معجزہ شقِ نیل اور گفتگوئے حق تعالیٰ بر کوہِ طور کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

گنہگارِ غیورم مزدِ بے خدمت نمی گیرم
از اں داغم کہ بر تقدیرِ او بستند تقصیرم صـ۱۴۴

ترجمہ: "میں ایک غیرت مند قسم کا گنہگار ہوں، لہٰذا کوئی مزدوری (جنّت

وغیرہ) بغیر خدمت (اعمال صالحہ) قبول نہیں کر سکتا۔ مجھے تو اس چیز کا غم ہے کہ قدرت نے میری تقصیر (دانۂ گندم کا کھا لینا) اُس بے گناہ (شیطان) کے سر تھوپ دی"۔

آدم اور ابلیس کے جس قصہ کی جانب یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔ اُس کو مجمل طور پر پیشتر ازایں بیان کیا جا چکا ہے تفصیل ملاحظہ فرمانا چاہیں تو سورۂ البقرۃ پارۂ اوّل رکوع ۴ کا مطالعہ کریں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ الخ

سفر در خویش؛ زادن بے اب و ام
ثریا را گرفتن از لبِ بام
ستردن نقشِ ہر امید و بیمے
زدن چاکے بدریا چوں کلیمے
شکستن ایں طلسمِ بحر و بر را
چناں باز آمدن از لامکانش
درونِ سینۂ او درکفِ جہانش

ترجمہ:- "اپنے اندر سفر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے، کہ مومن ماں باپ کی پابندی اور مادی علائق سے بے نیاز ہو کر سراپا روح پیدا ہو، اور اپنی ازلی قوتوں سے ثریا کو بھی فرازِ آسمان سے نیچے اتار لائے۔ ایسا مردِ مومن ہر امید اور ہر خوف کے نقشِ موہوم کو دل و دماغ سے فنا کر دے اور مثلِ کلیم بہتے دریا کو بھی دو نیم کر دے وہ دنیا کے طلسمِ بحر و بر کو توڑ دے اور سب جگہ یکساں طور پر چھا جائے۔ وہ انگلی کے اشارے ہی سے چاند میں سوراخ کر دے۔ وہ لامکان (عالمِ لاہوت) کی سیر کر کے بھی اس شان سے واپس آئے کہ سینے میں تو خدا ہو اور ہاتھ میں تمام کائنات!"

اِن اشعار میں پے در پے تین اشارات پائے جاتے ہیں۔ دُوسرے شعر میں حضرتِ موسیٰؑ کے معجزۂ شقِ نیل کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، تیسرے شعر میں آنحضرتؐ کے معجزۂ شق القمر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، اور چوتھے شعر میں آنحضورؐ کے واقعہ معراج کی جانب اشارہ کیا گیا ہے!

چہ گویم از "من" و از توش و تابش
کند "اِنّا عَرَضْنَا" بے نقابش ص ۲۲۵

ترجمہ: "میں "من" (مراد خودی) کی وسعت و عظمت اور تجلی و تابانی کے متعلق کیا تشریح کروں حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنوں میں اِنّا عَرَضْنَا (مراد خلافتِ بنی آدم) کا نکتہ ہی اُسے بے نقاب کرتا ہے"۔

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیہ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:-

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ	ہم نے اپنی امانت آسمانوں،
عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے
وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ	پیش کی مگر انہوں نے اسے
یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ	اٹھانے سے انکار کر دیا اور اتنی
مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط	بڑی ذمہ داری سے ڈر گئے۔
اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا	آخر کار انسان نے اُسے اُٹھا
جَهُوْلًا (پ۲۲ : ع۷)	لیا۔ بیشک انسان نے بڑا ظلم کیا،
	نادانی کی!

اِس آیۂ شریفہ کا حاصل یہ ہوا کہ انسان "ظلوم وجہول" ہونے کے باوجود بارِ شریعت کو اپنے کاندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہے۔ وہ صحیح معنوں میں نائبِ حق ہے، خلیفۂ الٰہی ہے، لہٰذا "من" کی تمام معنوی قوتیں اور سرمدی تجلّیات اس کی ذات میں مرتکز ہیں :-

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند (خواجہ حافظ)

منوّر شو ز نورِ "مَن یّرانی"
مژہ برہم مزن تو خود نمائی صلہ ۲۳۲

ترجمہ:- "اے مسلمان! دیدارِ حق حاصل کرنے کے لئے پہلے عشقِ رسولؐ کے نور سے منوّر ہو جا۔ عین طوفانِ تجلیات میں بھی تیری آنکھ جھپکنے نہ پائے۔ ایسی کامل محویت میں تیرا وجود گم ہو کر ذاتِ حق میں فنا ہو جائے گا۔"

مندرجہ بالا شعر کے مصرعِ اوّل میں اِس ارشادِ نبویؐ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ: مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَ اللّٰہَ "جس نے مجھے دیکھا،

اُس نے گویا خدا کو دیکھ لیا"

اِسی طرح مصرعِ دوم کے الفاظ "مژہ برہم مزن" میں نبی کریمؐ کے دیدارِ ذاتِ حق کا حوالہ دیتے ہوئے اِس آیہ شریفہ کی جانب اشارہ کیا ہے کہ:-

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ (پ۲۷ : ع۵)

(معراج میں) ہمارے نبیؐ کی آنکھ نہ تو جھپکی اور نہ اپنی حد سے بڑھی

جہاں یکسر مقامِ آفلین است
درین غربت سرا عرفاں ہمین است — ص۲۴۱

ترجمہ:"- یہ دنیا سراسر فنا ہونے والی چیزوں کا مقام ہے۔ اس مسافر خانے (دنیا) میں عرفانِ حق کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ یہ جہان اور اِس کے جملہ عناصر عارضی و فانی ہیں"

حضرتِ ابراہیمؑ نے پے در پے "آفلین" ہی کا مشاہدہ کر کے تو فرمایا تھا: لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ

"میں فنا ہونے والی چیزوں سے محبّت نہیں کر سکتا" (کیونکہ

عشق و محبّت کا واحد حقدار خدا ئے باقی ہے)

"اَلَسْتُ". از خلوتِ نازے کہ برخاست
بلیٰ، از پردۂ سازے کہ برخاست ص ۲۴۲

ترجمہ:۔ "اَلَسْتُ" کا نعرۂ مستانہ کس کی خلوتِ ناز سے برپا ہوا؟
اور پھر اِس کے جواب میں "بلیٰ" کا نغمہ کس کے پردۂ ساز سے
بلند ہوا؟

اِس شعر میں مندرجۂ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:۔
اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلیٰ ٥ (اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل روحوں سے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا بیشک تو ہی ہے!

علمِ حاضر پیشِ آفل در سجود
شک بیفزود و یقیں از دل ربود ص ۲۵۴

ترجمہ:۔ "عہدِ حاضر کا علم محض فانی چیزوں کے سامنے سجدہ کر رہا ہے

اِس علم نے شکوک و شبہات (دہریت) میں تو ضرور اضافہ کیا ہے،
مگر یقین و ایمان کو دل سے فنا کر دیا ہے۔"

اِس شعر میں بھی "آفل" سے اشارہ مقصود ہے اِس آیۂ شریفہ
کی جانب :- لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (پ۷ : ع۱۵)
. . . . "میں فانی چیزوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

آنکہ حیٌّ لایموت آمد حق است
زیستن با حق حیاتِ مطلق است ص۲۵۹

ترجمہ :- "ہمیشہ زندہ رہنے والی اور کبھی نہ مرنے والی ہستی صرف
اللہ تعالیٰ کی ہے، لہٰذا حق کی محبت و اطاعت میں زندہ رہنا
ہی حیاتِ جاوداں ہے۔"

اِس شعر کے مصرعِ اوّل میں "حَیٌّ لَا یَمُوْتُ" کے الفاظ اشارہ
کر رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیہ شریفہ کے مفہوم و مطلب کی جانب :-
کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۝ کائنات میں جتنی چیزیں ہیں سب
وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ فنا ہونے والی ہیں اور فقط تیرے

پیام مشرق

معارفِ پیامِ مشرق

ز رازی معنیِ قرآں چہ پرسی
ضمیرِ ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد دل بسوزد
ہمیں تفسیرِ نمرود و خلیل است ص ۳۷

ترجمہ: "امام فخرالدین رازی سے تو معنیِ قرآن کیا پوچھتا ہے۔
درحقیقت میرا روشن ضمیر ہی آیاتِ قرآنی کا عکاس و آئینہ دار
ہے ۔عقل بیچاری تو محض آگ جلاتی ہے، مگر دل شعلہ ہائے عشق میں
جلتا ہے۔ پس یہی نمرود و خلیلؑ کے قصّہ کی بہترین تفسیر ہے"!

اقبالؔ نے "عقل" کو اکثر جگہ "کافر" قرار دیا ہے اور "دل"

کو مومن۔ بنابراین یہاں بھی "خرد" کو نمرود اور "دل" کو خلیل سے تعبیر کیا ہے۔ گویا عقل اپنی کافرانہ تنقید اور تخمین و ظن کی وجہ سے فتنہ ہائے گوناگوں کے شعلے برپا کرتی ہے، مگر دل چونکہ عشقِ حق کے سوز میں غرق ہے، لہٰذا عقل کے شعلوں سے مثلِ خلیل صحیح سلامت باہر نکل جاتا ہے، اور ملحدانہ عقائد و تصورات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

دلِ بے باک را ضرغام رنگ است
دلِ ترسندہ را آہو پلنگ است
اگر بیمے نداری بحر صحر است
اگر ترسی بہر موجش نہنگ است ص۵۹

ترجمہ: "بے خوف دل کے لئے شیر بھی بھیڑ کی حیثیت رکھتا ہے، مگر کمزور و خائف دل کے لئے ہرن بھی چیتے سے زیادہ مہیب ہے اگر تجھے خوف ہے تو سمندر کو بھی صحرا کی طرح باسانی عبور کرتا چلا جائے گا، لیکن اگر تو خوفزدہ ہے تو سمندر کی ہر موج تجھے مگرمچھ معلوم ہو گی"

اِن ہردو اشعار میں اقبالؔ نے انسانی جذبات و احساسات کی سب سے بڑی نفسیاتی حقیقت بیان کی ہے۔ یہ ایک نہایت لطیف و بلیغ اشارہ ہے نفسیات کے اِس عالمگیر اصول کی جانب کہ کامیابی اور ناکامی یا فتح اور شکست سراسر انسان کے ذاتی احساسات و تصوّرات کی نوعیّت پر موقوف ہے۔ اگر ایک شخص طبعاً رجائی (Optimist) واقع ہُوا ہے اور زندگی کی شاہراہ میں یقین و عزم اور کامل خود اعتمادی سے قدم اُٹھاتا ہے تو فتح و نصرت یقیناً اُس کے قدم چومے گی لیکن اگر وہ طبعاً قنوطی (Pessimist) ہے، اور راہِ عمل میں شک بے یقینی، خوف و ہراس اور تذبذب سے قدم اُٹھاتا ہے تو وہ تادمِ مرگ ناکام و نامراد ہی رہیگا۔ بہرکیف جذبات و احساسات کی پستی بقولِ اقبالؔ "خام" (ضعیف الایمان) لوگوں کا خاصہ ہے، اور بلندی و بیباکی "پختہ" (راسخ فی الایمان) لوگوں کی علامت:-

خام ہے جب تک تو ہے مٹّی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

جذبات و احساسات کی اِسی پستی یا بلندی کے متعلق علاّمہ مرحوم

نے "اسرارِ خودی" میں بھی چند اشعار ارشاد فرمائے ہیں :-

فارغ از اندیشۂ اغیار شو
قوّتِ خوابیدۂ بیدار شو
سنگ چوں بر خود گمانِ شیشہ کرد
شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد
ناتواں خود را اگر رہرو شمرد
نقدِ جانِ خویش با رہزن سپرد
تا کجا خود را شماری ماؤ طین
از گلِ خود شعلۂ طور آفرین
خویش را چوں از خودی محکم کنی
تو اگر خواہی جہاں برہم کنی!

عجم از نغمہ ام آتش بجان است
صدائے من درائے کاروان است

حُدی را تیز تر خوانم چو عُرفی
کہ رہ خوابیدہ و محمل گراں است ص۸۱

ترجمہ:۔ "عجم کے دل میں میرے نغموں سے آگ لگ رہی ہے اور میری آواز کاروانِ ملت کے لئے بانگ درا کا کام دے رہی ہے۔ میں عرفی کی مانند حدی کو تیز تر آواز میں گا رہا ہوں، کیونکہ مسافر خوابیدہ ہیں اور محمل بہت وزنی ہے۔"

دوسرے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے عرفی کے مندرجہ ذیل شعر کی جانب:۔

نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست
دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم؟
ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا رواست؟

خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست ص۱۵۰

ترجمہ:۔ "طارق نے جب اندلس کے ساحل پر کشتیوں کو نذرِ آتش کیا تو اُس کے ہمراہیوں نے اُس سے کہا "عقل و شعور کے لحاظ سے تیری یہ حرکت بالکل غلط ہے۔ ہم اپنے وطن سے بہت دور آچکے ہیں، اور واپس جانا ہُوا تو ہم کس ذریعے سے سمندر کو عبور کریں گے؟ اسباب کو ترک کر دینا شریعت کی رُو سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے"؛ طارق یہ سُن کر ہنسا اور اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر رکھ کر فاتحانہ انداز میں بولا۔ "ہر ملک ہمارا ملک ہے، کیونکہ وہ ہمارے ربِّ واحد کا ملک ہے لہٰذا مایوس و شکستہ خاطر ہونے کی کوئی وجہ نہیں!"

اِس نظم کے آخری مصرع میں مندرجہ ذیل آیہ شریفہ کے مفہوم ومقصد کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے:۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ	ہم نے زبور میں نصائح کے بعد
مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ	یہ چیز (بطورِ عہد) لکھ دی ہے کہ
الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ	ہم اپنی زمین کا وارث وحاکم اپنے

الصّٰلِحُوْنَ (پ۱۷ : ع۷) نیک بندوں کو کریں گے۔

اِس بنا پر چونکہ روئے زمین کی حکومت اللہ تعالیٰ کے مطیع و منقاد اور "صالح" بندوں کے لئے موعود و مخصوص تھی، لہٰذا طارق نے پورے یقین و اطمینان سے یہ اعلان کیا:-

ہر مُلک مِلکِ ماست کہ مِلکِ خدائے ماست

تہذیب

انساں کہ رُخ ز غازۂ تہذیب برفروخت
خاکِ سیاہِ خویش چو آئینہ وانمود
پوشید پنجہ را تہِ دستانۂ حریر
افسونیِ قلم شد و تیغ از کمر گشود
ایں بو الہوس صنم کدۂ صلح عام ساخت
رقصید گردِ او بنواہائے چنگ و عود

دیدم چو جنگ پردۂ ناموس او درید
جز "یسفک الدّما" و "خصیم مبین" نبود

ترجمہ:۔ "عہدِ حاضر کے انسان کی حالت یہ ہے کہ اُس نے اپنے رخسار کو تہذیب جدید کے غازے سے روشن و آراستہ کیا اور اپنی خاکِ سیاہ کو آئینہ کی مانند مجلّی کر کے دکھایا۔ اُس نے اپنے ہاتھوں کو ریشمی دستانوں میں پوشیدہ کر لیا، فقط قلم کا عاشق و دلدادہ بن گیا، اور (جہاد کو ایک فرسودہ و ناکارہ شئے سمجھ کر) تیغ اپنی کمر سے کھول کر رکھ دی۔ اس بندۂ ہوس نے دنیا میں صلحِ عام کا ایک بت خانہ (مراد جمعیتِ اقوام) بنا لیا اور اُس کے گرد سازہائے موسیقی کی تانوں میں رقص کرنے لگا۔ لیکن آخر کار جب "جنگ" نے اُس کی منافقت و ریاکاری کے پردے کو چاک چاک کر دیا تو میں نے دیکھا کہ وہی صلح جو اور امن پسند انسان جنگ و جدل کا دیوانہ ہے اور خونریزی میں درندوں سے بھی بدتر!"

اِس نظم کے آخری شعر میں دو مختلف آیات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی آیۂ شریفہ حسبِ ذیل ہے:۔

قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ   فرشتوں نے دربارِ ازل (اللہ تعالیٰ سے)

يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ	کہا کہ کیا تو زمین میں ایسے انسان کو اپنا خلیفہ بنا رہا ہے جو ہمیں طرح طرح کے فساد برپا کریگا اور ہر طرف خون کا چھنکاؤ کرتا پھریگا۔ حالانکہ ہم شب و روز تیری تسبیح و تقدیس میں مصروف ہیں اور تیری نعمتوں کا شکریہ بجا لاتے ہیں۔"
(پ ۱ : ع ۴)	

اسی طرح "خَصِيمٌ مُّبِينٌ" سے اشارہ مقصود ہے۔ مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ؕ قَالَ مَن يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ	کیا آدمی نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس کو نطفے سے بنایا پھر (اتنا بڑا ہو کر) وہ (ہم ہی سے) کھُلم کھلا جھگڑنے لگا۔ وہ ہمارے لئے مثالیں بیان کرنے لگا اور (اپنی پیدائش) کی کیفیت) بھول گیا۔ کہنا کیا ہے بھلا ان گلی ہوئی (بوسیدہ) ہڈیوں کو دوبارہ

يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ۝

(پ۲۳ : ع)

کون جلا سکتا ہے، اے پیغمبرؐ! کہ دے ان ہڈیوں کو وہی خدا جلائیگا جس نے پہلی بار اُن کو پیدا کیا تھا۔ اور وہ ہر چیز کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے۔ اُس کی قدرت تو یہ ہے کہ اُس نے سبز و تازہ درخت سے تمہارے لئے آگ نکالی جس سے تم اپنی آگ سلگاتے ہو!

آنکہ بر طرحِ حرم بتخانہ ساخت
قلبِ او مومن و دماغش کافر است ص ۲۴۱

ترجمہ: "وہ شخص جس نے حرم کی بنیاد پر بت خانے کی تعمیر کی۔
اُس کا دل تو مومن ہے مگر دماغ کافر"

علامہ مرحوم نے یہ تنقیدی شعر فریڈرک نٹشے کے متعلق لکھا ہے جو جرمنی کا ایک ہنگامہ خیز فلسفی اور انقلابی انشا پرداز تھا۔ اُس کی جامع ترین تصنیف "بقولِ زرتشت" ہے جس میں اُس نے خودی (Ego)

اور فوق الانسان (Super Man) کا فلسفہ بیان کیا ہے اُس کے نزدیک عوام النّاس بھیڑ بکریوں سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتے اور تمام نوعِ انسانی کا اصل راہبر اور نجات دہندہ صرف فوق الانسان ہے جو مستقبل قریب میں ظہور پذیر ہوگا۔ نٹشے فوق الانسان کی پُر جلال اور قاہرانہ صفات میں اس قدر مستغرق ہوا کہ خدا کو بھی ایک ہستیِ موہوم قرار دیا۔ بالفاظِ دیگر وہ انسان کی قوّتِ تسخیر پر اس حد تک ایمان لایا کہ خدائے ذوی الجلال کا منکر ہو گیا۔ اِسی بنا پر علّامہ مرحوم نے فرمایا ہے کہ:-

"قلبِ او مومن دماغش کافر است"

علاوہ ازیں ایک اُردو شعر میں فرماتے ہیں :-

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اِس زمانے میں
تو اقبالؔ اُس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے

ارمغانِ حجاز

معارفِ "ارمغانِ حجاز"

دریں وادی زمانی جاودانی
ز خاکش بے صور روید معانی
حکیماں با کلیماں دوش بر دوش
کہ ایں جا کس نگوید "لن ترانی" ص ۳۸

ترجمہ: "عشقِ رسولؐ کی وادی میں عارضی زندگی رکھنے والے لوگ بھی حیاتِ جاوداں حاصل کر لیتے ہیں۔ اِس وادی کی خاک سے ظاہری صورتوں کے بغیر ہی مطالب و معانی پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں مدبّر و مفکر لوگ صاحبِ قوّت و معجزہ لوگوں کے پہلو بہ پہلو دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ وادیِ ایمن کی طرح اِس وادیِ عشقِ رسولؐ میں "لَن ترانی"

کہ کر طالبِ دیدار کو محروم نہیں رکھا جاتا۔"

جب موسیٰ علیہ السّلام نے کوہِ طور پر دیدارِ الٰہی کا تقاضا کیا تو جواب ملا کہ "لن ترانی" یعنی "تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔" علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ وادیِ ایمن میں گو دیدار سے انکار کر دیا گیا، مگر عشقِ رسول کی وادی میں کسی طالبِ صادق کو آنحضورؐ دیدار و فیض رسانی سے محروم نہیں رکھتے لہٰذا یہاں حکیم کیا اور کلیم کیا، سبھی چشمۂ نبوّت سے یکساں طور پر فیضیاب ہوتے ہیں!

حقِ آں دہ کہ مسکین و اسیر است
فقیر و غیرتِ او دیر میر است
بروئے او درِ میخانہ بستند
دریں کشور مسلماں تشنہ میر است ص۴۳

ترجمہ:۔ اے متموّل مسلمان! خصوصاً ان لوگوں کی مالی امداد کر جو غریب و نادار ہونے کے باوجود اپنی غیرت و حمیّت کے دائرے میں مقیّد ہیں اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کر سکتے۔ ایسا شخص فقیر

(محتاج)، تو ہے، مگر اُس کی غیرت جلدی سے مر نہیں سکتی۔ ایسے غیر تمند آدمی پر لوگ دریچہا نہ (یعنی اپنا دستِ فیض) بند کر چکے ہیں، لہٰذا اُس ملک (ہندوستان) میں مسلمان پیاسا (مفلس و محروم) ہی مر جاتا ہے!

اِس قطعہ کا مضمون مجموعی طور پر ثابت کر رہا ہے کہ علامہ اقبال کو اشارہ مقصود ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

(پ ۳ : ع ۲)

تمہارے خیرات و صدقات اُن لوگوں کے لئے ہیں جو راہِ خدا میں بند کئے گئے ہیں (جہاد یا کسی اور خدمتِ اسلام میں مصروف ہیں) وہ خدا کی زمین میں (رزق کے لئے) چل پھر نہیں سکتے۔ جاہل لوگ اُن کی بچنے الی سے انہیں تونگر خیال کرتے ہیں۔ تو اُن کے افلاس کو اُن کے چہرے سے معلوم کر سکتا ہے۔ وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے تم جو کچھ بھی راہِ خدا صدقہ و خیرات دیتے ہو اللہ تعالیٰ اُسے بخوبی جانتا ہے۔

طلسمِ علمِ حاضر را شکستم
ربودم دانہ و دامش گسستم
خدا داند کہ مانندِ براہیم
بہ نارِ او چہ بے پروا نشستم
صنٓ

ترجمہ :۔ "میں نے علمِ حاضر کے جادو کو توڑا۔ اس علم نے بھولے بھالے لوگوں کو فریب دینے کے لئے جو دانہ جال کے نیچے بکھیر رکھا تھا، وہ تو میں نے چن لیا، مگر جال کی دھجیاں اڑا دیں۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ میں علمِ حاضر کی آگ میں ابراہیمؑ کی مانند کس جرأت و بے پروائی سے بیٹھا ہوں (کہ یہ تو مجھے گزند نہیں پہنچا سکی، لیکن میں نے اسے مسخّر کر لیا)"

علّامہ مرحوم نے یہی احساس ایک اُردو شعر میں بھی منتقل فرمایا ہے :۔

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اِس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ

بچشم من نگہ آوردۂ تست
فروغ لَآ اِلٰہ آوردۂ تست
دوچارم کن بہ صبح "مَن رَّآنی"
شبم را تابِ مہ آوردۂ تست ۱۷۱

ترجمہ:۔ یارسول اللہ! میری آنکھ میں نگاہ آپ ہی کی لائی ہوئی ہے، اور میرے سینے میں لا الٰہ کی روشنی بھی آپ ہی کی لائی ہوئی ہے۔ حضورؐ مجھے اپنے دیدارِ پُرانوار کی روشن صبح سے دوچار فرمائیں۔ میری تاریک رات میں چاند کی کرنیں بھی حضورؐ ہی کے فیض سے جلوہ ریز ہوئی ہیں۔"

مصرعِ سوم میں اشارہ کیا گیا ہے اِس حدیثِ مشہور کی جانب:۔
مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَ اللہ ۔ جس نے میرا دیدار کیا اُس نے گویا خدا کا دیدار کیا۔"

بیا ساقی نقاب از رخ بر افگن
چکید از چشم من خونِ دلِ من

بہ آں لحنے کہ نے شرقی نہ غربی است
نوائے از مقامِ لَا تَخَفْ زن صا۹

ترجمہ: "اے ساقیِ مے خانہ حجاز! آ، اور اپنے رُخ سے نقاب اُلٹ دے، کیونکہ انتظار کرتے کرتے اب تو میری آنکھوں سے خونِ دل ٹپکنے لگا۔ آ، اور ایسی سُر میں نغمۂ لَا تَخَفْ سنا جو نہ تو مشرقی ہو نہ مغربی، (بلکہ فقط مقامِ دل سے ہو")

مراد یہ کہ حکمِ لَا تَخَفْ کی قوّت و برکت سے مخلوق کا خوف دل سے بالکل فنا ہو جائے اور فقط خالق کا ڈر باقی رہ جائے۔ یہ اشارہ ہے مندرجہ ذیل آیۂ شریفہ کی جانب :-

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى — خائف ہرگز مت ہو، کیونکہ (باطل کے خلاف) نتیجہ کار فتح صرف تیری ہی ہوگی

تو اے ناداں دلِ آگاہ دریاب
بخود مثلِ نیاگاں راہ دریاب

چساں مومن کند پوشیدہ را فاش
زلاموجود اِلّا اللہ دریاب ص۹۶

ترجمہ:۔ "اے نادان! تو دلِ زندہ وحق آگاہ کی تلاش کر اور اسلاف کی مانند اپنی ذات میں راستہ پیدا کر (یعنی خود شناس ہو جا) یہ راز کہ مومن کیونکر خدا کی پوشیدہ ہستی کو فاش کرتا ہے، صرف لاموجود اِلّا اللہ کی تحقیق وتفسیر سے معلوم ہو سکتا ہے!"

لاموجود اِلّا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ "کائنات میں کوئی شے موجود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے" گویا وجودِ مخلوقات کی قطعی نفی اور فقط ذاتِ حق تعالیٰ کے وجود کا یقین واقتدار ہی اقبالؒ کے نزدیک روحِ توحید ہے۔ شاہراہِ عبودیّت میں سالک پر ایک ایسا مقام بھی آتا ہے جہاں وہ جملہ مخلوق سے دل برداشتہ ہو کر صرف خالق سے وابستہ ہو جاتا ہے، اور خالق کے علاوہ اپنے شوق، اپنی توجّہ اپنی جدّ وجہد اور اپنی محبّت والفت کا مرجع ومرکز اور کسی چیز کو نہیں بناتا!

〰〰〰

میانِ اُمتاں والا مقام است
کہ آں اُمت دو گیتی را امام است
نیاساید ز کارِ آفرینش
کہ "خواب" و "خستگی" بروے حرام است صفحہ ۹۸

ترجمہ: "امتِ محمدیہ کا مقام تمام امتوں میں سب سے بالا و برتر ہے، کیونکہ یہ اُمت ہر دو جہان کی امام ہے۔ اللہ تعالیٰ تخلیق کے عمل سے کبھی غافل و کنارہ کش نہیں ہوتا، کیونکہ نیند اور تھکاوٹ اُس کے لئے حرام ہے۔"

اِس قطعہ کے مصرعِ چہارم میں اشارہ کیا گیا ہے دو آیاتِ قرآنی کی جانب۔ لفظ "خواب" سے اشارہ مقصود ہے اِس آیۂ شریفہ کی طرف :-

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ — اللہ تعالیٰ کو نہ تو کبھی اونگھ آتی ہے

وَّلَا نَوْمٌ ط — اور نہ نیند؛

اِسی طرح لفظ "خستگی" سے اشارہ مقصود ہے اِس آیۂ شریفہ کی جانب :-

وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○ | ہمیں (نظامِ کائنات کی تعمیل سے) کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی!

بجامِ نو کہن مے از سبو ریز
فروغِ خویش را بر کاخ و کو ریز
اگر خواہی ثمر از شاخِ منصور
بہ دل "لَا غَالِبَ اِلَّا اللّٰہ" فرو ریز ص۱۰۱

ترجمہ: "نئے پیالے (مراد عصرِ حاضر) میں سبو سے پرانی شراب (اسلام کی دیرینہ روایات) ڈال اور اپنا نورِ باطن ہر بام اور ہر کوچے پر بکھیر دے۔ اگر تو منصور کی شاخِ عشقِ حق سے پھل حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے دل پر فقط غلبۂ حق کا نقش بٹھا دے۔"

"جامِ نو" سے مراد ہے عصرِ نو یا موجودہ زمانہ جو روحانیت سے قطعی محروم ہے۔ اسی طرح "مئے کہن" سے مراد ہے اسلام کا وہ قدیمی دستور جو صحابہ کرامؓ کے زمانے میں رائج تھا۔ لَا غَالِبَ اِلَّا اللّٰہ یعنی "کوئی غالب نہیں مگر اللہ کی ذاتِ واحد" یہ گویا اصولِ توحید

ہے جس کی رو سے مخلوق کا غلبہ و اقتدار بالکل فنا ہو جاتا ہے!

زشامِ ما بروں آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو میدانی کہ سوزِ قرأتِ تو
دگر گوں کرد تقدیرِ عمرؓ را ص ۱۳۳

ترجمہ:۔ "اے دخترِ اسلام! ہماری شامِ محرومی سے اُمید و کامرانی کی ایک روشن صبح پیدا کر اور اہلِ نظر (حقیقت شناس لوگوں) کے سامنے اسلام کے روایتی سوز و اثر کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کر کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیری قرأت کے سوز و اثر ہی نے عمرِ فاروقؓ کی تقدیر بدل دی تھی (اور چشم زدن میں ایسے جابر و سنگدل شخص کو مائل بہ اسلام کر دیا تھا)"

اِس قطعہ میں حضرتِ عمرؓ کے واقعۂ قبولِ اسلام کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ اصلاحی و تعمیری حیثیت سے تاریخِ اسلام میں خاص اہمیّت رکھتا ہے اور اس کی تشریح و تفصیل کے بغیر اشارہ

لاحاصل، لہٰذا اسے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے :-

جب ابوجہل نے، جو حضرت عمرؓ کا ماموں تھا، آنحضرتؐ کے سر مبارک کے لئے سو اونٹ اور چالیس ہزار درہم کا انعام مقرر کیا تو آپ آنحضرتؐ کے قتل پر آمادہ ہوکر گھر سے باہر نکلے۔ راستے میں نعیم بن عبداللہ ملے۔ انہوں نے تیور اچھے نہ دیکھ کر کہا :-

نعیم : عمرؓ، کہاں جاتے ہو؟

عمرؓ : محمدؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں!

نعیم : کیا انہیں قتل کر کے خود امن میں رہ سکو گے؟

عمرؓ : معلوم ہوتا ہے تم بھی بے دین ہو گئے ہو!

نعیم : پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو!

عمرؓ : کیوں، کیا بات ہے؟

نعیم : تمہاری بہن فاطمہ اور تمہارے بہنوئی سعید بن زید بھی تمہارا دین ترک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں!

عمرؓ : اچھا تو محمدؐ کو قتل کرنے سے پہلے اُنہی کا جھگڑا چکاتا ہوں!

یہ کہہ کر آپ غیظ و غضب سے بھرے ہوئے اپنی بہن کے گھر گئے۔ دروازہ

چونکہ اندر سے بند تھا، لہٰذا دیوار سے لگ کر قرآنِ مجید کی وہ آیات سننے لگے جو اُن کی ہمشیر خوش الحانی سے پڑھ رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ جوں جوں قرآن سنتے تھے، توں توں اُس کا "سوزِ قرأت" مبہم طور پر اُن کے دل میں پیوست ہوتا چلا جاتا تھا۔ بایں ہمہ طبیعت میں پیغمبرِ اسلام کے خلاف بغض و عناد موجود تھا، اس لئے دروازے پر زور سے دستک دی۔ یہ سُن کر بہن نے اوراقِ قرآنی چھپا دیئے اور زنجیر کھولی۔ حضرتِ عمر اندر آئے اور پوچھا:

عمرؓ: یہ نرم نرم آواز کیسی تھی؟ تم کیا پڑھ رہی تھیں؟

فاطمہؓ: کچھ نہیں!

عمرؓ: میں نے سنا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو!

یہ کہہ کر بہن اور بہنوئی کو اس قدر مارا کہ اُن کے جسم سے خون بہنے لگا۔

فاطمہؓ:۔ عمرؓ! جو تیرا جی چاہے کر۔ میں تو تیرا دینِ باطل چھوڑ چکی۔ اب اسلام کا عشق دل سے ہرگز نہیں نکل سکتا!

عمرؓ: (قدرے نرم ہو کر) اچھا، مجھے وہ چیز دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں!

فاطمہؓ: لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ ط (اُس کو پاک وصاف لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں چھو سکتا)

حضرت عمرؓ نے اُسی وقت غسل کیا۔ بہن نے صحیفہ نکالا اور اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے سورۂ طٰہٰ کا رکوعِ اوّل پڑھنا شروع کیا:۔

طٰہٰ ج مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَاِنْ

"ہم نے قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تم مشقت اور محرومی میں پڑو۔ بلکہ یہ ایک نصیحت ہے جس سے ڈرنے والوں کو نفع ملتا ہے۔ یہ اُس ذات پاک نے اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور آسمان کو بنایا۔ وہ رحمٰن ہے جو عرش پر مسلط ہے اُسی کی ملک ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے۔ اور

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ	اگرچہ تو قول کو ظاہر کرے (اپنے ضمیر
يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى	کی بات باآواز بلند کہے) اللہ تعالیٰ
اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ	چھپی چھپائی باتوں کو بھی جانتا ہے
لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى	اللہ ہی (معبودِ برحق) ہے۔ اُس
(پ ۱۶: ع)	کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسمائے حسنیٰ
	سب اسی کے لئے خاص ہیں!"

یہ آیاتِ شریفہ پڑھتے ہی آپ کے دل میں اُس مقلبُ القلوب نے حق و صداقت کے لئے ایک انقلابِ عظیم برپا کیا اور آپ نے بے اختیار فرمایا:۔

"کیا قریش اس چیز سے بھاگتے ہیں؟ اس سے بھاگ کر وہ جائینگے کہاں؟ محمدؐ کہاں ہیں؟ مجھے فوراً اُن کے پاس لے چلو کہ وہ میرے زخمی دل پر اطمینان کا پھاہا رکھیں۔ وہ عمرؓ جو اُن کی جان لینے کے لئے تلوار سونت کر گھر سے باہر نکلا تھا، اب وہی تلوار اُن کے قدموں پر رکھنے کو حاضر ہے؟"

حضرت بن الارت انصاری جو حضرت عمرؓ کے خوف سے اب تک

اندر چھپے ہوئے تھے، یہ الفاظ سُن کر باہر نکل آئے، اور اُن کو لے کر آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گئے۔ یہ اندر داخل ہوئے تھے کہ آنحضرتؐ نے پوچھا "عمرؓ! کس نیّت سے آئے ہو؟" انہوں نے فوراً کلمۂ طیّبہ پڑھا اور مشرّف بہ اسلام ہو گئے۔ رسولِ کریمؐ نے اُسی روز انہیں "فاروق" کا خطاب عطا فرمایا۔ جس کے معنی ہیں "حق اور باطل کے درمیان فرق وامتیاز پیدا کرنے والا"۔ خدا کی شان دیکھو کہ اسلام کا بدترین دشمن آج اسلام کا بہترین دوست تھا۔ اِس قلبِ ماہیّت کی بنا کیا ہے؟ ہمشیرہ کا وہی سوزِ قرأت اور اخلاصِ قلب جس نے آناً فاناً تقدیرِ عمرؓ بدل کر رکھ دی!

•

به پورِ خویش دین و دانش آموز
که تابد چوں مہ و انجم نگینش
بدستِ او اگر دادی ہنر را
یدِ بیضا است اندر آستینش! ص ۱۴۲

ترجمہ:- اے دخترِ اسلام! اپنے بیٹے کو دینِ حق (قرآن) اور دانش

نبوی (حدیث) کی تعلیم دے تاکہ اُس کا نگینہ چاند اور ستارے کی
مانند چمکے۔ اگر تو نے اُس کے ہاتھ میں کوئی امتیازی ہنر دے دیا تو یہ
گویا اُس کی آستین میں ید بیضا (روشن ہاتھ) کا حکم رکھتا ہے!
آخری مصرع میں حضرتِ موسٰیؑ کے معجزۂ ید بیضا کی جانب
اشارہ کیا گیا ہے!

شترے را بچۂ او گفت در دشت
نمی بینم خدائے چار سو را
پدر گفت اے پسر چوں پا بلغزد
شتر ہم خویش را بیند ہم او را ص ۱۴۵

ترجمہ:- جنگل میں ایک روز اونٹ کے بچے نے اُس سے کہا کہ
"مجھے تو کائنات کا خالق کہیں بھی دکھائی نہیں دیتا" باپ نے کہا
"بیٹا جان! جب پاؤں کہیں پھسلتا ہے تو اونٹ خدا کو بھی دیکھ
لیتا ہے اور خود کو بھی پہچان لیتا ہے"!
اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے مندرجۂ ذیل عربی ضرب المثل کی طرف:

اَلْجَمَلُ لَا یَعْرِفُ الْحَقَّ — اونٹ خدا کو نہیں پہچانتا۔ تاوقتیکہ
اِلَّا عِنْدَ الزَّلَقِ ط — اُس کا پاؤں نہ پھسلے

ترا از آستانِ خود براندند
رجیم و کافر و طاغوت خواندند
من از صبحِ ازل در پیچ و تابم
ازاں خارے کہ اندر دل نشاندند صفحہ ۱۷۸

توجمہ: "اے شیطان! اللہ تعالے نے تجھے اپنے آستانے سے مردود قرار دیا اور تجھے رجیم، کافر اور طاغوت جیسے خطابات دیئے۔ یہ کیفیت صرف تجھی سے خاص نہیں، بلکہ میں بھی روزِ ازل سے اُس خار (خارِ جدائی) کی اضطراب انگیز خلش محسوس کر رہا ہوں جو جلا وطن کرتے وقت میرے دل میں رکھ دیا گیا تھا۔"

قرآنِ مجید میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں ابلیس کو رجیم کافر اور طاغوت، قرار دیا گیا ہے۔ "رجیم" کے معنی ہیں راندۂ درگاہ۔ "کافر" کے معنی ہیں منکرِ حق و صداقت۔ اور "طاغوت" کے معنی ہیں

باغی، سرکش۔ اطاعت و ادب کی حد سے نکل جانے والا۔

باقی رہا آخری مصرع کا "خار" تو اس سے علامہ اقبالؔ کی مراد یقیناً خارِ ہجر و فراق ہے جو اللہ تعالےٰ سے جُدا ہونے کی صورت میں انسان کو ایک ناقابلِ بیان لذّت و سرور بخشتا اور دوبارہ تحصیلِ وصال کے لئے جذبہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی احساس کے تحت "پیامِ مشرق" میں فرمایا:

بگو جبریل را از من پیامے
مرا آں پیکرِ نوری ندادند
ولے تابِ تبِ ما خاکیاں بیں
بنوری ذوقِ مہجوری ندادند

ترجمہ: "جبریل کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو کہ "مجھے اگرچہ تجھ جیسا نوری جسم خدا نے عطا نہیں کیا۔ پھر بھی ہم خاکی انسانوں کے اضطراب اور جذبۂ عشق و محبّت کے سوز کو دیکھ۔ نوری کو قدرت نے وہ احساسِ فراق عطا نہیں کیا جو ہم خاکیوں کو حاصل ہے"

مسلماں راہمیں عرفان و ادراک
کہ در خود فاش بیند رمزِ لولاک
خدا اندر قیاسِ ما نہ گنجد
شناس آں راکہ گوید" ما عرفناک" ص ۲۰۶

ترجمہ :"مسلمان کے لئے یہی عرفان و ادراک کافی ہے کہ وہ اپنی ذات میں رمزِ لولاک (عظمتِ بعثتِ رسولؐ) کو ظاہر و باہر دیکھے۔ خدا کی ہستی تو ہمارے قیاس میں نہیں سما سکتی، لیکن اے مسلمان! تو کم از کم اُس ہستی کی عظمت و رفعت کو تو سمجھ جو یہ کہتی ہے کہ "الٰہی! میں تجھے اُس قدر نہیں پہچان سکا جس قدر تیرے پہچاننے کا حق تھا"

اس قطعہ میں دو احادیثِ نبویؐ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔
جو درج ذیل ہیں :۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ط — اے نبیؐ! اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات کو بھی پیدا نہ کرتا۔

مَاعَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ :- الٰہی! میں تجھے اُس قدر نہیں پہچان سکا جس قدر کہ تیرے پہچاننے کا حق تھا۔

دو گیتی را صلا از قرأتِ اوست
مسلماں لا یموت از رکعتِ اوست
نداند کُشتۂ ایں عصرِ بے سوز
قیامت ہا کہ در قدِّ قامتِ اوست ص ۲۰۸

ترجمہ: "ہر دو جہان کی دعوت نماز کی قرأت میں ہے، اور مسلمان غیرِ فانی نماز کی ایک ہی رکعت سے ہو سکتا ہے (جبکہ وہ اُسے کما حقہٗ ادا کرے) - اِس بے سوز و اثر زمانے کے مریدان حشر انگیز ہنگاموں کو کیا جانیں جو نماز کے صحیح قیام میں مخفی ہیں۔"

صلا بمعنی دعوت، بلاوا، لا یموت : غیر فانی، زندۂ جاوید۔
"قد قامت" سے مراد ہے قیامِ نماز کیونکہ جب امام نماز پڑھانے کھڑا ہوتا ہے تو تکبیر کے آخری الفاظ میں کہا جاتا ہے۔ قَدْ قَامَتِ

الصَّلوٰۃ یعنی نماز پڑھی جانے لگی ہے (لہٰذا صف آرا ہو جاؤ)

نماز کی شان میں علامہ مرحوم کا ایک اردو شعر بھی اپنا جواب آپ ہے:-

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

LIBRARY
Bo... 175
KARACHI

(ملک محمد عارف پرنٹر پبلشر نے اپنے دین محمدی پریس لاہور میں چھپا کر اشاعت منزل بل روڈ لاہور سے شائع کی)

تعلیمات اقبالؒ پر بہترین اور عظیم ترین کتاب

جہانِ اقبالؒ

از عبدالرحمٰن طارق بی۔ اے

حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے حیات افروز کلام پر تبصرے اور تشریح کی صورت میں آپ نے کافی لٹریچر مطالعہ فرمایا ہوگا۔ لیکن آج ایک ایسی نادر و ممتاز، دلچسپ اور عام فہم کتاب ملاحظہ فرمایئے، جس کے مضامین اپنی جدت، جامعیت اور حسنِ انداز سے کلام اقبالؒ کے متعلق آپ کو ایک نئی بصیرت عطا کریں گے، کتاب کی تعمیری اور افادی حیثیت کا اندازہ مندرجہ ذیل مضامین سے ہو سکتا ہے

(۱) اقبالؒ اور نطشے (۲) اقبالؒ اور رومیؒ (۳) اقبال کا مقام خودی (۴) اقبال کا نظریۂ فقر (۵) اقبال کا معیار ایمان و مومن (۶) اقبال اور دین و سیاست (۷) اقبال کا تصور زمان و مکاں (۸) اقبال اور فنونِ لطیفہ۔ (۹) اقبال اور سیاسیاتِ عالیہ (۱۰) اقبال کا تصور ابلیس (۱۱) اقبال کا فلسفہ شاہیں (۱۲) اقبال کی نظر میں عورت کا مقام (۱۳) اقبال اور مسئلۂ تقدیر (۱۴) اقبال

بحیثیت ایک ادبی مصوّر کے (۱۵) اقبال کی غزل گوئی (۱۶) طنزیاتِ اقبال (۱۷) اقبال کی پیش گوئیاں (۱۸) اقبال کا غیر مطبوعہ کلام!

ہر مضمون میں فارسی اور اردو کے دقیق اشعار کی عام فہم شرح بھی پیش کی گئی ہے جس سے مبتدی اور منتہی حضرات یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔ تشریح و تبصرہ میں مؤلف نے تقلید سے گریز کرتے ہوئے سراسر تحقیق و اجتہاد سے کام لیا ہے جس سے کتاب کی ناقدانہ حیثیت بالکل "طبع زاد" ہو گئی ہے الغرض اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ مشرق کے عدیم النظیر شاعر علامہ اقبالؒ کے اہم ترین موضوعاتِ شعر و سخن کیا کیا تھے۔ اور اُن میں انسانیت کے لیے کیسے کیسے روح پرور عناصر موجود ہیں تو آج ہی "جہانِ اقبالؒ" کی ایک کاپی طلب فرمائیے اسکے مطالعہ سے آپکے ذوقِ سلیم کو خاطر خواہ تسکین حاصل ہو گی!

کتابت و طباعت نہایت خوشنما، سائز "بانگِ درا" کا۔

ضخامت چھ سو صفحات۔ قیمت مجلد ساڑھے سات روپے

ملنے کا پتہ

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز، بل روڈ لاہور

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا	یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

فردوسِ معانی

از عبد الرحمٰن طارق

اردو زبان میں آج تک جتنے بھی شعراء ہوئے ہیں۔ اُن کا انتخابِ دواوین مختلف صورتوں میں شائع ہو کر تشنہ کامانِ ادب تک پہنچتا رہا۔ حسن و عشق کی نوک جھونک، تاثراتِ راز و نیاز رنگینیٔ عشوہ و غمزہ، نوحۂ ہجر و فراق و نغمۂ سرورِ وصال، مدحِ زلف و خال، شکوۂ بے اعتنائی، سپاس پذیرائی، محافلِ عیش و نشاط، کیف موسیقی و شراب، الغرض رندی و عشق بازی کے موضوع پر بے شمار لٹریچر آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ لیکن تاہنوز کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جو اردو شاعری کے ذخائر میں سے روح کو بیدار کرنے والے عارفانہ اور اخلاقی عناصر یکجا مرتب کر کے دکھاتی۔ یہ حسرت انگیز کمی آج "فردوسِ معانی" سے پوری کی جا رہی ہے۔ جو اردو ادب میں اپنے موضوع پر سب سے پہلی اور جامع و مانع کتاب ہے اس میں اُردو شاعری کے باوا آدم ولی دکنی سے لے کر شعرائے

حد یہ تک رب کے مجموعۂ کلام سے صوفیانہ، عارفانہ اور اخلاقی اشعار منتخب کرتے ہوئے عام فہم انداز میں اُن کی تشریح و توضیح بھی کی گئی ہے۔ انتخاب اس قدر جامع کہ تصوّف اور اخلاقیات کے قریباً تمام مسائل پر حاوی ہے۔ ادبی محاسن و نکات کا حل اس قدر تسلّی بخش کہ طبع سلیم میں معانی کے متعلق کوئی خلش باقی نہ رہے۔ اگر آپ یہ ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ الشعراء تلامیذ الرحمٰن کے مطابق خدا کے صحیح "شاگرد" کی حقیقی شان کیا ہے۔ اور حسب ارشاد نبوی اشعار حکمت و موعظت" کا مخزن کیوں کر بنتے ہیں۔ تو "فردوسِ معانی" کو ضرور ملاحظہ فرمائیے فی الواقعہ یہ چیز مقدس اور پاکیزہ جذبات و احساسات کی فردوس جمیل ہے۔ جس میں **فطرت** نے صداقت کے مُوقلم سے بے نظیر گلکاری کی ہے۔
کتاب پریس میں ہے ضخامت بڑے سائز کے قریباً تین سو صفحات۔

اپنی فرمائش جلد روانہ فرمائیے ؎

ملک دین محمد اینڈ سنز

"اشاعت منزل" بل روڈ لاہور

تحریر نمود۔ محمد صادق خوشنویس

لسان العصر

از عبدالرحمان طارق۔ حضرت اکبر الہ آبادی اُردو زبان کے سب سے پہلے اور یکتا سخنور ہیں جنہوں نے ظریفانہ اور مزاحیہ انداز میں متانت و سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے ہوئے مسلمانوں کو اصلاحِ اخلاق اور تعمیر جذبات و احساسات کا غیر فانی درس دیا۔ جہاں تک تلقین و اصلاح کا تعلق ہے اکبر کا شوخ اور طنزیہ کلام واعظ کے ہزاروں خطبات سے کہیں زیادہ موثر اور کارگر ہے۔ پس کتاب "لسان العصر" کلام اکبر کی ہر مصلحانہ اور تعمیری و اصلاحی خصوصیت کو وضیح و دلچسپ پیرایہ میں واضح کرتی ہے۔ جس طرح اکبر اپنے زمانے کی حق گو اور بے باک "زبان" ہے۔ اسی طرح یہ کتاب بھی اکبر کی شاعری پر ایک منصفانہ بصیرت افروز اور جامع ترین تبصرہ ہے ضرور مطالعہ فرمائیے!

ملنے کا پتہ

ملک دین محمد اینڈ سنز ناشران بل روڈ لاہور

Iqbal Academy Pakistan
Lahore

کتاب کے بلند پایہ ہونے کا ضامن ہمارا نشانِ تجارت

00000175

Price

Rs. 3-0-0